تفسیر سورہ
لقمان

استاد محسن قرائتی

مترجم: سید محمد علی ترمذی (مرحوم)

نظرثانی: ڈاکٹر سید علی عباس نقوی

ادارۃ التنزیل پاکستان

جدید ایڈیشن

تفسیر

سورہ لقمان

ادارہ التنزیل پاکستان

استاد محسن قرائتی

ادارہ التنزیل پاکستان

جدید ایڈیشن

کتاب: تفسیر سورہ لقمان

مصنف: حجۃ الاسلام محسن قرائتی

مترجم: سید محمد علی ترمذی (مرحوم)

نظر ثانی: ڈاکٹر سید علی عباس نقوی

اشاعت اول: جولائی 2020ء

تعداد: 1100

قیمت: 250

ناشر: ادارہ التنزیل پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

+92-322-4148057
+92-42-35969264
www.altanzil.net.org
idaratanzeel@gmail.com

فہرست

پیش لفظ	۵
مقدمہ	۷
سورہ لقمان کا اجمالی جائزہ	۱۰
باطل و بے ہودہ محافل اور گفتگو سے اجتناب	۱۶
غنا کے برے اثرات	۱۷
لقمان حکیم کی شخصیت	۲۶
لقمان کی نصیحتوں کی ایک جھلک	۲۷
حکمت، معرفت و اطاعت	۲۸
حکمت کی اہمیت	۲۹
حکمت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟	۳۰
حکمت کے نمونے	۳۱
شرک کا کیا معنی ہے؟	۳۳
شرک کے اثرات	۳۴
شرک کی علامتیں	۳۵
شرک کے محرکات	۳۶
شرک کا مقابلہ کیسے کریں؟	۳۷
والدین سے احسان	۴۱

کلمہ ''والدین'' کا وسیع دائرہ ۴۳
اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کریں؟ ۴۴
عملی شکر کے چند نمونے ۴۵
مشکل حالات میں بھی شکر کرنا ۴۶
نماز کی اہمیت ۵۳
امر بالمعروف اور نہی از منکر ۵۶
تواضع ۶۰
اولیاءِ الٰہی کی تواضع کے چند نمونے ۶۱
کلمۃ اللہ کیا ہے؟ ۷۵
اخلاص ۸۳
کسبِ اخلاص کے راستے ۸۴
قیامت، تنہائی کا دن ۸۸
قرآن فریاد کناں ہے ۹۲

ادارہ التنزیل پاکستان

پیش لفظ

قرآن کریم ہدایت ہے، نصیحت ہے، موعظہ ہے، راہنما ہے، نجات کا راستہ ہے، وسیلہ ہے، مبلغ ہے اور دعوت ہے۔ قرآن مجید نے دعوت وتبلیغ کے منفرد انداز اپنائے تا کہ انسان ذلت و گمراہی کے گڑھوں میں گرنے سے بچ جائے۔ کہیں ترغیب وتہدید کا انداز ہے تو کہیں عذاب شدید کی بات ہے۔ گذشتہ امتوں اور انبیاء کے قصے بیان کر کے اپنا پیغام پہنچایا ہے، بعض جگہوں پر شخصیات کا تذکرہ اور ان کے کردار کا ذکر کر کے ہدایت ونصیحت کی ترغیب دی ہے۔ متعدد مقامات پر نام کا ذکر کیے بغیر فقط کردار کے تذکرے سے اپنی بات پہنچائی ہے مثلاً: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ایک مرد مومن کا تذکرہ ہے کہ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کے منصوبے سے آگاہ کیا یا اس واقعے میں آپ علیہ السلام کی والدہ اور ہمشیرہ کا کردار بغیر نام کے بیان کیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس بعض مقامات پر کردار کا تذکرہ نام کے ساتھ جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے۔

اس سورہ میں حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں بیان کی ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کی ہیں۔ گویا یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ نبی یا پیغمبر نہیں تھے بلکہ اپنے دور کے توحید پرست تھے لیکن ان کی نصیحتیں جہاں ان کے اپنے دور میں قابل عمل تھیں اسی طرح آج کے دور میں بھی قابل استفادہ ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام عالم غیب کے پردے چاک کر کے اس شرک و بدعت کی طرف بڑھتے چلے جانے والے معاشرے سے خطاب کر رہے ہیں اور اپنے روحانی بیٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ شرک نہ کرنا اور نماز قائم رکھنا۔

قرآن مجید کا یہ زندہ معجزہ ہے کہ سینکڑوں تفاسیر لکھی جانے کے باوجود ہر مفسر نئے سے نئے نکات دریافت کرتا ہے گویا یہ ایک سمندر بے کراں ہے کہ جس کی تہہ موتیوں سے بھری پڑی ہے۔ فقط وہی موتی ہاتھ لگتے ہیں کہ جن تک غور وخوض کی رسائی ہو پاتی ہے۔ مفسر قرآن حکیم جناب استاد محسن قرائتی نے بھی اس تفسیر میں قرآن مجید کے ان گنت پہلو دریافت کیے ہیں اور اس تفسیر کے

مطالعے سے خود قاری کے ذہن میں بھی کئی اور نکات جگمگانے لگتے ہیں گویا ایک دریچہ کھل جاتا ہے، جہاں سے تازہ ہوا اپنی تمام برکات لیے روح کے اندر اترتی چلی جاتی ہے اور قرآن مجید سے لگن اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ تفسیر کا یہ انداز منفرد ہونے کے علاوہ عام فہم اور سادہ ہے۔ زبان قرآن مجید کی، خیال حضرت لقمان علیہ السلام کا اور تفسیر استاد قرائتی کی ہو تو پڑھنے کا لطف یقیناً دوبالا ہو جاتا ہے۔

اردو زبان میں استاد محسن قرائتی کے آثار خصوصاً تفسیر ''سورہ بہ سورہ'' کا ترجمہ مولانا جناب محمد علی ترمذی (مرحوم) کی انتھک محنتوں کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں اپنے برادر بزرگ جناب نثار علی ترمذی اور برادر سید ابوالحسن ترمذی کے تعاون سے ایک اشاعتی ادارہ ''البیان'' کی بنیاد ڈالی تھی اس ادارے کو معیاری، رواں ترجمے اور منفرد انداز کی وجہ سے بہت زیادہ پذیرائی ملی اور بعض کتب کے سات (۷) ایڈیشن تک اشاعت ہوئی۔ مگر گزشتہ چند سالوں سے ان کتب کی اشاعت کا سلسلہ رُک گیا تھا اور لوگوں کی طرف سے ان قرآنی آثار کا کافی زیادہ تقاضا کیا جا رہا تھا۔ مرحوم اپنی وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل ماہ مبارک رمضان میں، مولانا سید نعیم الحسن نقوی سے ملاقات کرنے لاہور، ادارہ التنزیل کے مرکزی دفتر تشریف لائے تو ملاقات کے دوران استاد قرائتی کی کتب کو دوبارہ سے اشاعت کرنے کی بات ہوئی تو آپ نے خوشی خوشی ادارہ التنزیل کو ان کتب کی دوبارہ سے اشاعت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

لہٰذا ادارہ التنزیل نے قرآنی معارف کی ترویج کے لیے ارادہ کیا ہے کہ استاد محسن قرائتی کی تمام تفسیری کتب خصوصاً تفسیر ''سورہ بہ سورہ'' کی اشاعت کرے اور اس کی ابتدا تفسیر سورہ لقمان سے کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی مفید تجاویز و آراء کا انتظار رہے گا۔

ڈاکٹر سید علی عباس نقوی

ادارہ التنزیل پاکستان

مقدمہ

اگر انسان راہنمائی کا نیاز مند ہے، تو قرآن مجید اس کا امام اور راہنما ہے۔[۱]

اگر انسان کو مربی اور معلم کی ضرورت ہے، تو قرآن مجید مربی بھی ہے اور معلم بھی۔[۲]

اگر انسان کو تاریکی میں نور کی ضرورت ہے، تو قرآن مجید نور ہے۔[۳]

اگر معاشرے کو قانون اور عدل کی ضرورت ہے، تو قرآن مجید عدل اور قانون کی کتاب ہے۔[۴]

اگر انسان امید کا نیاز مند ہے، تو قرآن مجید ابتداء سے انتہا تک بشارت اور امید ہے۔[۵]

اگر انسان استدلال، منطق اور برہان کا نیاز مند ہے تو قرآن مجید دلیل اور برہان ہے۔[۶]

اگر انسان کو نجات دہندہ کی ضرورت تو قرآن مجید پرچم نجات ہے۔[۷]

اگر انسان تعقل کا نیاز مند ہے تو قرآن مجید تعقل اور تفکر کا وسیلہ ہے۔[۸]

اگر انسان اس راستے کی تلاش میں ہے جس میں انحراف نہ ہو تو راہِ قرآن مجید انحراف سے پاک ہے۔[۹]

---

۱) وَمِنْ قَبْلِهِ كِتٰبُ مُوْسٰى اِمَامًا وَّرَحْمَةً (احقاف/ ۱۲)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: وان القران امام من اللہ: بیشک قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام ہے۔ (بحار: ج ۶۵ ص ۳۹۳)

۲) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ/ ۲)

۳) وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (نساء/ ۱۷۴)

۴) وان القران مجید... حکم عدل (بحار: ج ۲۲ ص ۳۱۵)

۵) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل/ ۹)

۶) قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (نساء/ ۱۷۴)

۷) وعلم یوسف/ ۲ منجاة (صحیفہ سجادیہ: دعا نمبر ۴۲)

۸) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف/ ۲)

۹) لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ (فصلت حم سجدہ/ ۴۲)

اگر انسان موعظہ (وعظ ونصیحت) کا نیازمند ہے، تو قرآن مجید موعظہ حسنہ ہے۔[۱]

اگر ایک دردمند انسان کو دوا اور علاج کی ضرورت ہے تو قرآن مجید دوا اور شفاء ہے۔[۲]

اگر انسان اطمینان چاہتا ہے تو قرآن مجید ذکر الٰہی ہے[۳] اور فقط ذکر الٰہی سے دلوں کو اطمینان مل سکتا ہے۔[۴] قرآن مجید تمام برکات، کمالات اور علم ودانش کا اور تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اگر انسان اس نور، موعظہ، شفاء اور معلم سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے اور اگر انسان کی آنکھوں اور روح پر غفلت کا پردہ پڑا ہے تو ایسے میں جس چیز کا قرآن مجید ہم سے تقاضا کرتا ہے وہ تلاوت، تدبر، عمل اور تبلیغ ہے۔ لہذا ہمیں ایک لمحے کے لیے بھی بے حس اور غافل نہیں ہونا چاہیے۔

قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

اے مومنو! ایمان لے آؤ، یعنی اپنے ایمان کو وسعت اور گہرائی سے ہمکنار کرو۔[۵]

قرآن مجید، صبر کرنے والوں کو بہشت کی بشارت دیتا ہے[۶] اور ان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ اپنے صبر کو وسعت دیں۔[۷] صابر ہونے کے مرحلے سے صبار کے مرحلے میں داخل ہو جائیں۔

اگر ہم سوچتے ہیں کہ ایک دن قرآن مجید پڑھیں گے اور حفظ کریں گے تو پھر دوسرے دن ہمیں اس کا ترجمہ پڑھنا چاہیے، اگلے دن اس پر غور وفکر اور تدبر کریں اور اس کے بعد والے دن کو عمل اور تبلیغ کا دن قرار دیں۔

---

۱) قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ (یونس/ ۵۷)

۲) فان القرآن الشفاء النافع و الدواء المبارک (بحار: ج ۹۲، ص ۳۱)

۳) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ... (حجر/ ۹)

۴) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد/ ۲۸)

۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا... (نساء/ ۱۳۶)

۶) وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (بقرہ/ ۱۵۵)

۷) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (ابراہیم/ ۵)

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے ادارہ ھذا (مرکز فرھنگی درسھایی از قرآن) گذشتہ کئی سالوں سے علوم و معارف قرآن کی ترویج و تبلیغ کے سلسلے میں موسم گرما کی تعطیلات میں کتابخوانی کا مقابلہ منعقد کرواتا ہے سورہ لقمان کی تفسیر بھی اسی سلسلے میں ایک اور خدمت ہے۔

آخر پر میں اُن سب دوستوں کا مشکور ہوں جو اس مقصد کے لیے معاون اور مددگار رہے۔

والسلام

محسن قرائتی

التنزیل فاؤنڈیشن
ادارہ التنزیل پاکستان

سورہ لقمان کا اجمالی جائزہ

یہ سورہ مکی ہے۔ اس کا نام لقمان ہے۔ قرآن مجید میں فقط دو بار یہ نام استعمال ہوا اور وہ بھی اسی سورہ میں۔ سات سورتیں ایسی ہیں جن کا آغاز ان حروف مقطعات "الٓمّٓ" سے ہوتا ہے۔

سورہ لقمان کا اجمالی خاکہ ان مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے:

۱۔ انسان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کی عظمت اور اہمیت کا بیان۔

۲۔ انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے نیک کام کرنے والے اور تکبر کرنے والے، نیز ان دونوں گروہوں کا انجام کیا ہوگا۔

۳۔ قرآن مجید کے کچھ علمی معجزات کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسے کششِ ثقل کا قانون یا نباتات کی زوجیت وغیرہ۔

۴۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے فرزند کو کی گئی حکمت آمیز نصیحتیں۔

۵۔ آغاز و انجام پر ایمان رکھنے کے دلائل۔

۶۔ اللہ تعالیٰ سے مخصوص علوم کا بیان جیسے موت کا وقت اور قیامت۔

آیت نمبر ﴿۱ تا ۴﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ

الف، لام، میم، یہ حکمت بھری کتاب کی آیات ہیں

ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ

نیکوکاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہی تو آخرت پر یقین رکھتے ہیں

نکات:

❁ مجموعی طور پر قرآن مجید کی انتیس (۲۹) سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔ ان سورتوں میں سے چوبیس سورتیں ایسی ہیں جن میں حروف مقطعات کے بعد قرآن مجید کی عظمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن مجید، انہی عربی حروف الف اور با ء سے، جو آپ کے اختیار میں بھی ہیں سے تالیف ہوا ہے لیکن آپ میں سے کوئی بھی ایسی شاہکار کتاب تالیف نہیں کر سکتا۔

❁ تمام مصنفین اپنی کتاب کو عیب سے پاک نہیں جانتے بلکہ اپنی کتاب کے نقائص اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات پر اپنے قارئین سے معذرت کرتے ہیں بلکہ تنقید اور مشوروں کا استقبال کرتے ہیں۔ فقط اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اس کا واضح اعلان کیا ہے "اَلۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ" اس کتاب کی تمام آیات محکم اور مبنی بر حکمت ہیں۔ یہ کتاب ہر نقص اور عیب سے پاک ہے اور اس میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ثابت اور محکم ہے۔

❁ اللہ تعالی نے ایک مقام پر قرآن مجید کو متقین کے لیے ہدایت کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ ھُدًی

لِلْمُتَّقِيْنَ [1] ایک اور مقام پر اسے مومنین کے لیے ہدایت اور بشارت کہا ہے۔ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ [2] اور اس سورہ میں قرآن مجید کو نیک لوگوں کے لیے سرمایہ ہدایت ورحمت قرار دیا ہے پس قرآن مجید میں سلسلۂ کمال کے جو تین مراحل بیان ہوئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

قرآن مجید مایہ ہدایت، بشارت اور رحمت ہے۔ [3]

❁ نماز، تمام معنوی کمالات کا مجموعہ ہے: جیسے طہارت، قرآن مجید کی تلاوت، توحید، نبوت اور ولایت کا اقرار، ذکر اور دعا، سلام، قیام، رکوع وسجود اور توجہ بہ حق، جبکہ مادی کوتاہیوں کے ازالے کے لیے زکوۃ۔

❁ قرآن مجید میں زکوۃ کا میدان اس سے وسیع تر ہے جس کا بیان فقہ میں ہوا ہے۔ کیونکہ فقہی زکوۃ کے علاوہ عمومی طور پر کی گئی امداد بھی اس میں شامل ہے۔

پیغام:

۱۔ ارشاد اور ہدایت کرتے وقت، حکمت (عاقلانہ قول) سے کام لیا جائے۔ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ هُدًى

۲۔ قرآن مجید، عین ہدایت اور رحمت ہے۔ هُدًى وَّرَحْمَةً کلمہ هُدًى اور رَحْمَةً مصدر ہیں جو مبالغہ کے لیے ہیں۔ [4]

۳۔ ارشاد وہدایت، رحمت اور محبت کے ساتھ کی جائے۔ هُدًى وَّرَحْمَةً

۴۔ نیک سیرت لوگ حق اور حقیقت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ هُدًى ...... لِلْمُحْسِنِيْنَ

۵۔ نماز اور زکوۃ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

---

[1] بقرہ/۲

[2] نمل/۲

[3] تفسیر نمونہ: اسی آیت کے ذیل میں

[4] کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں شیریں سخن ہے کبھی کہتے ہیں کہ فلاں بڑا میٹھا آدمی ہے اس طرح کی تعبیریں یہ بیان کرتی ہیں کہ فلاں شخص کا تمام وجود گفتار اور کردار کے لحاظ سے شیریں ہے۔

ادارہ التنزیل پاکستان

۶۔ نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کو اپنی دائمی سیرت بنالیا جائے۔ یُقِیْمُوْنَ اور یُؤْتُوْنَ یہ مضارع کے صیغے ہیں جو استمرار (جاری رہنا) کی علامت ہے۔

۷۔ چونکہ اسلام ایک جامع دین ہے اس لیے اس کی ذمہ داری بھی ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ جسمانی ذمہ داری نماز ہے، مالی ذمہ داری زکوۃ ہے اور قلبی ذمہ داری یقین ہے۔ الصَّلٰوۃَ...... الزَّکٰوۃَ...... یُوْقِنُوْنَ

۸۔ اللہ تعالیٰ سے رابطہ نماز کے ذریعے، انسانوں سے رابطہ زکوۃ کی ادائیگی کے ذریعے لیکن نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قیامت پر ایمان رکھنا (زیادہ) قابل قدر ہے۔ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ

آیت نمبر ﴿۵﴾

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

نکات:

۞ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ پروردگار کی توفیق اور ہدایت سے ہی کامیابی نصیب ہوتی ہے البتہ یہ بھی جدوجہد اور کوشش کے سائے میں میسر ہے۔ چنانچہ ایک اور مقام پر ہم پڑھتے ہیں کہ وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ[1] جو ہمارے راستے میں کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں ہم نے انہیں راستہ بتایا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

پیغام:

۱۔ نیک لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے لائق ہیں۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

۲۔ ہدایت، ربوبیت کی نشانی ہے۔ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

---

[1] عنکبوت/ ۶۹

۳۔ کارِخیر کی توفیق لطفِ الٰہی ہے۔ لِّلْمُحْسِنِيْنَ ـــــ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

۴۔ اہل نماز وزکات اور آخرت پر یقین رکھنے والے ہی کامیاب ہیں۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

آیت نمبر ﴿۶﴾

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ
يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ

اور انسانوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بے ہودہ کلام خریدتے ہیں تاکہ نادانی میں (لوگوں کو) راہ خدا سے گمراہ کریں اور اس (راہ) کا مذاق اڑائیں، ایسے لوگوں کے لیے ذلت میں ڈالنے والا عذاب ہوگا۔

نکات:

❁ کلمہ ''لَهْو'' کا معنی ایسی چیز جو انسان کو اہم مقصد تک پہنچنے سے روک دے۔ لَهْوَ الْحَدِيثِ ایسی بے ہودہ بات کو کہتے ہیں جو انسان کو حق بات کی طرف جانے سے روک دے، ایسے افسانے یا داستانیں جو انسان کو برائی اور گناہ کی طرف راغب کریں۔ یہ انحراف کبھی کسی بات کی وجہ سے یا کسی سبب یا اس کے لوازمات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک سبب ساز و آواز اور اس طرح کے امور ہیں۔[1]

❁ ایک شخص نضر بن حارث جو حجاز سے ایران کا سفر کرتا تھا وہ ایرانی افسانوں مثلاً رستم، اسفندیار اور بادشاہوں کے قصے یاد کرتا اور حجاز کے لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے لیے قوم عاد اور قوم ثمود کے قصے بیان کیے ہیں تو میں تمہارے لیے عجم کے قصے بیان کروں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے طریقہ کار میں انحراف تھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب چند لوگ ایک کنیز خرید لائے تاکہ یہ ان کے لیے گانا گائے

۱) تفسیر المیزان: اسی آیت کے ذیل میں

اور اس طرح وہ لوگوں کو پیغمبر اکرم ﷺ کی تلاوت سننے سے محروم کرسکیں۔ یہ آیت ان کی مذمت میں نازل ہوئی۔[۱]

❁ یہ آیت گمراہ کن عوامل میں سے ایک اہم ترین عامل ''باطل گفتگو'' کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ دیگر قرآنی آیات میں چند اور عوامل کا ذکر بھی ہوا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

الف: طاغوت، جو کبھی حقیر بنا کر۔ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ[۲] اور کبھی رعب اور دبدبہ سے لوگوں کو منحرف کرتا ہے۔ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ[۳]

ب: شیطان، جو اپنے وسوسوں سے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ[۴]

ج: عالم اور ہنرمند دونوں اپنے علم اور ہنر سے دوسروں کو منحرف کرتے ہیں۔ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ[۵]

د: صاحب قدرت و دولت، اپنی قدرت اور دولت سے لوگوں کو حق سے منحرف کر دیتے ہیں۔ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا[۶]

ھ: بولنے اور گانے والے لوگوں کو مشغول رکھتے ہیں تا کہ انہیں حق اور حقیقت سے دور رکھا جا سکے۔ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (لقمان/ ۶)

پیغام:

۱۔ حق اور حقیقت کے خلاف سرمایہ کاری کرنا اور ثقافتی یلغار کرنے کی تاریخ بڑی طویل ہے۔

---

۱) تفسیر نمونہ: اسی آیت کے ذیل میں

۲) زخرف/ ۵۴

۳) شعراء/ ۲۹

۴) نساء/ ۶۰

۵) طٰہٰ/ ۸۵

۶) احزاب/ ۶۷

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ (لقمان/٦)

۲۔ حکمت کے مقابلے میں جو بھی چیز آئے گی وہ لھو (بے ہودہ) اور کمال تک پہنچنے میں رکاوٹ ہے "الْكِتَابِ الْحَكِيمِ لَهْوَ الْحَدِيثِ" (تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جو معصوم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت آموز باتوں کو جو مفت میں ہیں نہیں لیتے لیکن لاابالی افراد سے لھو ولعب خریدنے کے لیے آمادہ ہیں)

۳۔ اللہ کے راستے میں مخالفوں کے اعتراضات غیر منطقی اور حکمت سے خالی ہوتے ہیں۔ لھو باتیں بے بنیاد ہوتی ہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

۴۔ ایسے وسائل کی خریداری جو انسان کو کمال تک پہنچنے سے روک دیں، جہالت اور نادانی کی علامت ہے۔ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ...... بِغَيْرِ عِلْمٍ

۵۔ عمل کے مطابق سزا دینا عدالت کی نشانی ہے۔ جو حق کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے سنجیدہ نہیں لیتے ان کے لیے اہانت آمیز اور ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب منتظر ہے۔ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا...... لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ

باطل و بے ہودہ محافل اور گفتگو سے اجتناب

اسلام کی نظر میں ایسی محافل جہاں فسق و فجور اور گناہ کا ارتکاب کیے جانے کا اندیشہ ہو، جہاں پر قوتِ شہوت کو تحریک ملے، اس طرح کی محفل میں جانا حرام ہے لیکن اگر ان باتوں میں مفاسد کا خطرہ نہ ہو تو بعض فقہا کے نزدیک شرکت جائز ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ غنا ان گناہوں میں سے ایک ہے جس کے بدلے میں اللہ تعالی نے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے، پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ......[1]۔ اس بنا پر غنا (گانا، گیت، موسیقی) گناہ کبیرہ ہے، گناہ کبیرہ اس گناہ کو کہا جاتا ہے کہ جس پر قرآن مجید نے عذاب دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

[1] کافی: ج۶، ص۴۳۱

سورہ حج میں بیان ہوا ہے: (وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ) باطل گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔[1]

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "قَوْلَ الزُّوْرِ" سے مراد غنا اور موسیقی ہے۔[2]

روایات میں بیان ہوا ہے:[3]

☆ غنا، نفاق کو پروان چڑھاتا ہے اور انسان کو فقر و بدبختی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

☆ جو عورتیں گانا گاتی ہیں اور جو انہیں پیسے دیتا ہے اور جو ان پیسوں کو خرچ کرتا ہے ان سب پر لعنت کی گئی ہے، اسی طرح عورتوں کو گانا سکھانے کی تربیت دینا بھی حرام ہے۔

☆ جس گھر میں غنا ہو وہ گھر دردناک عذاب اور مصیبت سے محفوظ نہیں رہ سکتا، ایسے گھر میں دعا قبول نہیں ہوتی اور رحمت کے فرشتے اس گھر سے دور رہتے ہیں۔[4]

غنا کے بُرے اثرات

۱۔ فاسد اخلاق کو رواج دینا، تقویٰ (پرہیزگاری) سے دور رہنا، شہوت اور گناہ کی طرف رغبت کرنا، حتیٰ کہ بنی امیہ کے ایک سردار نے (تمام آلودگی کے باوجود) یہ اعتراف کیا کہ غنا، حیا کو کم اور شہوت کو زیادہ کر دیتا ہے، شخصیت کو تباہ و برباد کر دیتا ہے غنا، وہی کام کرتا ہے جو شراب جسم کے ساتھ کرتی ہے۔

بعض لوگ شراب نوشی اور ہیروئن پینے کے بعد خود کو بے خیالی کی دنیا میں لے جاتے ہیں جہاں انہیں کچھ پتا نہیں چلتا، بعض باطل پرست، لوگوں کی گفتگو سننے کے بعد یا ایک گانا گانے والی کی آواز سن کر اپنی غیرت ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں اور بے فکری کی دنیا میں گم ہو جاتے ہیں۔

۲۔ خدا سے غفلت، ذمہ داری سے غفلت، محروم اور مجبور لوگوں کے امور سے غفلت، مستقبل

---

[1] حج/۳۰

[2] کلمہ (زور) کا معنی باطل ہے، جھوٹ بولنا، راہ حق سے انحراف کرنا اور غنا، باطل کے مصادیق میں سے ایک ہیں۔

[3] یہ روایات مکاسب محرمہ اور کتب روائی میں حرمت غناء کے باب میں درج ہیں۔

[4] میزان الحکمۃ

سے غفلت، استعداد اور امکانات سے غفلت، اپنے دشمنوں سے غفلت اور نفس اور شیطان سے غفلت کے باعث آج انسان علم اور ٹیکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی اس آگ میں جل رہا ہے جس کا سرچشمہ اس کی اپنی غفلت ہے۔

خدا سے غفلت انسان کو حیوانات کی سطح تک بلکہ اس سے بھی پست تر سطح پر لے آتی ہے۔

(أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ)[1]

آج استعماری طاقتیں نوجوان نسل کو مشغول اور بے حس رکھنے کے لیے تمام وسائل سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پاپ میوزک اور مختلف انواع واقسام کے کنسرٹ وغیرہ کے ذریعے استعمار اپنے مخصوص اہداف حاصل کر رہا ہے۔

۳۔ تحریک آمیز اور اعصاب شکن موسیقی سے ہونے والے نقصانات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں "موسیقی کے نفسیاتی اور اعصابی نقصانات" نامی کتاب میں کئی اہم نکات بیان کیے ہیں از جملہ ناکام ترین زندگی، موسیقی بجانے والوں کی مختلف مسائل میں گرفتاری، نفسیاتی امراض اور دل کا دورہ پڑنا ،ناگہانی بیماریاں وغیرہ، اہل فکر ونظر کے لیے اس میں قابل توجہ اور قابل غور نکات موجود ہیں۔[2]

اے میرے عزیز دوست!

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو انسان کے لیے اور انسان کو کمال اور ترقّی اور معنوی قرب کے لیے کے لیے خلق کیا۔ اس نے اس کائنات کو ہمارے لیے قابل تسخیر بنایا ہے اور فرشتوں کو ہماری تدابیر کے لیے مامور کیا ہے، انبیاء اور اولیاء کو ہماری ہدایت کے لیے بھیجا اور وہ اس معاملے میں شہادت کی سرحد تک جا پہنچے۔ فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا۔ انسان میں الٰہی روح پھونک دی، بہترین سیرت اور صورت سے انسان کو نوازا۔ آگے بڑھنے کی بے پناہ صلاحیت انسانی فطرت میں رکھ دی۔ اسے عقل وفطرت اور انواع واقسام کی استعداد سے مزین کیا اور فقط اسی انسان کی

---

۱) اعراف/۱۷۹

۲) تفسیر نمونہ: ج ۱۷، ص ۱۹، ۲۷

خلقت پر اپنے آپ کو آفرین کہا: (فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ)[1]

آیا کائنات کے اس سرسبز پھول (انسان) کو اتنی مادی اور معنوی نعمتوں کے بعد، کیا اسے اپنے آپ کو ہر کسی کے حوالے کر دینا چاہیے؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: تم اگر کسی کی بات سن لو گے، تو تم اس کے غلام بن جاؤ گے۔ آیا حیف نہیں کہ ہم ایک جھوٹے گانے والے کے غلام بن جائیں؟ کیا آپ تیار ہیں کہ ہر آواز ریکارڈ کریں؟ نہیں! تو پھر کس طرح سے ممکن ہے کہ ہم اپنی دماغی کیسٹ پر ہر آواز ریکارڈ کریں؟ عمر، فکر اور دماغ ایسی امانتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہیں تاکہ اسے اس راہ میں صرف کریں جو اس نے مخصوص کیا ہے اگر ان امانتوں کو راہِ خدا کے علاوہ استعمال کریں گے تو یہ امانت میں خیانت ہوگی اور روزِ محشر اس کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے یہ فرمایا کہ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا[2] کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہوگا لہٰذا انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی آنکھ کان اور دل کی حفاظت کرے اور ہر صدا کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔

حدیث شریف میں بیان ہوا ہے کہ "دل اللہ تعالیٰ کا حرم ہے غیر خدا کو اس میں داخل نہ ہونے دیں"[3]

اسلام نے تھکاوٹ دور کرنے اور سکون و راحت پہنچانے کے لیے مناسب اور محفوظ طریقوں کی طرف راہنمائی کی ہے مثلاً سیر و سیاحت، ورزش اور تیراکی، متنوع اور مفید کام سیکھنا، ایک دوسرے کے ہاں ملنے کے لیے آنا جانا۔ علمی گفتگو کرنا اور ایک دوسرے کے لیے اپنے تجربات بیان کرنا اور انہیں منتقل کرنا، فارغ التحصیل لوگوں سے روابط رکھنا۔ ان میں سب سے اہم اس کائنات کے خالق کو یاد کرنا ہے، جس کے ذکر سے ہی انسان کو سکون مل سکتا ہے، جو دلوں کو آرام اور سکون دیتا ہے اس کی تاکید کی گئی ہے تو پھر ہم ایسی سرگرمیوں میں خود کو کیوں ملوث کریں جن کا انجام

۱) مومنون/ ۱۴

۲) بنی اسرائیل/ ۳۶

۳) بحار: ج ۶۷، ص ۲۵

ذلت اور آتش ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: لَا خَيْرَ فِي لَذَّةٍ مِنْ بَعْدِهَا النَّار (جس لذت کا انجام دوزخ ہو اس میں کوئی خیر نہیں۔ مَنْ تَلَذَّذَ لِمَعَاصِي الله أَورَثَهُ اللهُ ذُلًّا "جو بھی گناہ کے ذریعے لذت (آرام وسکون) حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کردے گا۔

آیت نمبر ﴿۷﴾

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا

كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

اور جب اسے ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر کے ساتھ اس طرح منہ موڑ لیتا ہے

جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو، گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں، پس اسے دردناک

عذاب کی بشارت دے دیں

نکات:

❁ کلمہ "وَقْرًا" کا معنی سنگین ہے، تاہم باوقار شخصیت کے لیے بھی یہ کلمہ استعمال کیا جاتا ہے۔

❁ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ متکبر افراد حق بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ اس کے لیے بھی تیار نہیں کہ اسے فقط سن لیں اس پر غور وفکر کرلیں۔ اگر صحیح یا منطقی نہ ہو تو قبول نہ کریں۔

پیغام:

۱۔ لھو ولعب پر مبنی باطل گفتگو انسان سے حق بات سننے کی صلاحیت چھین لیتی ہے۔ لَهْوَ الْحَدِيثِ ...... وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا

۲۔ بعض افراد مختلف ذرائع سے آیاتِ الٰہی سننے کے باوجود اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ وَإِذَا

---

۱) دیوان امام علی علیہ السلام: ص ۲۰۴

۲) غرر الحکم: ۳۵۶۵

تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا

گوش اگر گوش تو وناله اگرناله ی من

آنچه البته به جا ی نرسد فریاد است

ترجمہ: اگر تم سننے والے اور میں بتانے والا بن جاؤں، جو چیز کہیں نہیں پہنچ سکتی وہ میری آواز ہے۔

۳۔ حق اور حقیقت قبول کرنے میں استکباری (تکبر بھری) روح رکاوٹ بن جاتی ہے۔ وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا

۴۔ حق بات سننے کے لیے آمادہ نہ ہونا، متکبر ہونے کی علامت ہے۔ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا

۵۔ متکبروں کو حقیر سمجھیں۔ كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا

۶۔ قرآن مجید کی تبلیغ اور تربیت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مثال اور تمثیل سے استفادہ کیا جائے۔ كَاَنْ ...... كَاَنَّ

۷۔ جو حق بات قبول نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ گویا اس کے دونوں کان پتھر کے ہیں۔ كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا

آیت نمبر ﴿۸ و ۹﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ

جولوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال انجام دیں ان کے لیے نعمت والے باغات ہوں گے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے

نکات:

❁ ان آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ کچھ لوگ اپنی بے ہودہ اور لغو گفتگو سے حق کے پیروکاروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ وہ ان میں استکباری (خود کو دوسروں سے برتر سمجھنا) روح کے ہونے اور

آیاتِ الٰہی سے منہ پھیرنے پر تاکید کرتے ہیں جو دراصل مومنین کا مذاق اڑانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے مومنین کو بشارت دے رہا ہے اور جنت کی نعمتوں سے ان کا حوصلہ بڑھا رہا ہے۔

پیغام:

۱۔ بہشت، اہل ایمان اور عمل صالح انجام دینے والوں کے لیے مخصوص ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ

۲۔ متکبر لوگوں کے حقارت آمیز رویے اور مذاق کا ازالہ، مومنین سے اللہ تعالیٰ کی بشارت اور وعدوں کے ذریعے کیا جائے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... لَهُمْ جَنّٰتُ......

۳۔ ایمان کا عمل صالح کے ساتھ ہونا، اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے بہرہ مند ہونے کی شرط ہے۔ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ

۴۔ مخالفین کا تکبر عارضی اور جلد ختم ہو جانے والا ہے جبکہ اہل ایمان کے لیے اجر و جزا ابدی اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

۵۔ اللہ تعالیٰ کے کیے گئے وعدوں اور اجر پر یقین رکھیں اور حتمی سمجھیں۔ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا

۶۔ اللہ تعالیٰ کے کیے گئے وعدوں کے پیچھے اس کی قدرت اور حکمت ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عزت اس کی حکمت کی بنیاد پر عملی شکل اختیار کرتی ہے۔ اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (جبکہ آج بہت سے طاقتور افراد کے کام حکمت سے خالی ہوتے ہیں۔)

آیت نمبر ۱۰

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ

اس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا جو تمہیں نظر آئیں اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے تا کہ وہ تمہیں لے کر ڈگمگا نہ جائے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس (زمین) میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگائے

نکات:

❁ اگر چہ ہر وجود کو چند زاویوں سے دیکھا جا سکتا ہے لیکن عام طور پر ہر چیز کی ایک جہت یا لحاظ سے اہمیت اور بزرگی ہوتی ہے۔ آسمان اور سیاروں کی اہمیت، آسمان کے ستونوں کا نہ ہونا، پہاڑوں کی خصوصیت جو زمین کو قابو کیے ہوئے ہیں۔ حیوانات کی اہمیت، ان کی انواع واقسام اور ان حیوانات کا زمین پر پھیلنا، نباتات کی اہمیت ان کی زوجیت اور افادیت وغیرہ۔

❁ اس آیت میں چند ایسے علمی معجزات کا اُس وقت ذکر ہوا جب انسان کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ ایک طرف نامرئی (نظر نہ آنے والے) ستونوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے آسمان اور اجرام فلکی کو سہارا دے رکھا ہے یعنی کشش ثقل کے ہونے کے باوجود مرکز سے دور رہنے کی طاقت کا ہونا ایک اور معجزہ ہے۔ زمین کی پہاڑوں کے ذریعے حفاظت، اسی طرح نباتات میں زوجیت کا ہونا، (یہ بھی ایک معجزہ ہے)

پیغام:

۱۔ کسی چیز کا نظر نہ آنا، اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ (آسمان کے ستون ہیں اگر چہ وہ ہمیں نظر نہیں آتے۔) بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

۲۔ ہر چیز سے پہلے، استقرار، (استحکام) آرام دہ زندگی کے لیے لازمی ہے۔ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ

۳۔ ایک نظام کا زمین پر جاری وساری ہونا، انسان کی خاطر ہے۔ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ

۴۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کی بنیادی ضرورت کو پورا کرسکتی ہے اسے روئے زمین پر پھیلا دیا گیا ہے۔ وَبَثَّ فِيۡهَا

۵۔ پانی بڑی اہم نعمت ہے۔ (''مَآءً'' نکرہ ہے اور تنوین کے ساتھ ہے جو اس کی عظمت کی علامت ہے۔)

۶۔ نباتات اور سبزیات زندہ رہنے کے لیے دنیاوی نعمتیں ہیں لہٰذا اس جگہ کو بڑی مہربانی سے دیکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان چیزوں کو ''کَرِيۡم'' کہا ہے۔ مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ

آیت نمبر (۱۱)

هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ

یہ ہے اللہ کی تخلیق، اب ذرا مجھے دکھاؤ اللہ کے سوا دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے، بلکہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں

ادارہ التنزیل پاکستان

پیغام:

۱۔ اپنی بحث اور گفتگو میں سامنے موجود چیزوں سے استفادہ کریں۔ هٰذَا

۲۔ سب سے پہلے حق کا راستہ بیان کرنا چاہیے اور بعد میں حق کے مخالفین پر تنقید یا ان کا مقابلہ کیا جائے۔ هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِىۡ مَاذَا

هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ

۳۔ خالی دعووں پر کان نہ دھریں بلکہ دلیل وسند اور نمونہ طلب کریں۔ فَاَرُوۡنِىۡ

۴۔ حق کے مقابلے میں ضد اور سخت رویہ اختیار کرنا ظلم ہے۔ الظّٰلِمُوۡنَ (یعنی سب آثار دیکھنے کے باوجود اللہ اور راہ حق کے دشمن ہیں۔)

۵۔ جو غیر خدا کی تلاش میں رہتے ہیں وہ گمراہ بھی ہیں اور ظالم بھی۔ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ

۲۔ شرک وانحراف کسی پر بھی پوشیدہ نہیں رہتا۔ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

آیت نمبر ﴿۱۲﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ

اور بتحقیق ہم نے لقمان کو حکمت سے نوازا کہ اللہ کا شکر کریں اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے (فائدے کے) لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ یقینا بے نیاز، لائق ستائش ہے

پیغام:

۱۔ نعمت خاص، شکرِ خاص کی متقاضی ہے۔ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ...... اشْكُرْ لِلّٰهِ جیسا کہ کوثر جیسی خاص نعمت عطا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پیغمبر اکرم ﷺ سے خصوصی شکر کا تقاضا کرتا ہے۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ [1]

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بعد از نبوت پہلا حکم نماز پڑھنے کا ملا اور لقمان کو حکمت عطا کرنے کے بعد پہلا حکم شکر گزاری کا ملا۔ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ

۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کا فائدہ خود انسان کو ہوتا ہے۔ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ، ایک اور جگہ بیان ہوا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [2]

۴۔ ہر طرح سے امیر اور غنی ہونا اہم نہیں ایسا غنی ہونا فائدہ مند ہے جو ہر آفت سے دور رہے۔ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ

---

[1]) کوثر/۱،۲

[2]) ابراہیم/۷

۵۔ انسان اُس (اللہ تعالیٰ) کی حمد کرے یا نہ کرے اللہ تعالیٰ حمید ہے۔ غَنِيٌّ حَمِيدٌ

لقمان حکیم کی شخصیت

تفسیر المیزان میں حکیم لقمان علیہ السلام کے بارے میں ایک بحث کی گئی ہے ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لقمان پیغمبر نہیں تھے لیکن وہ ایسے شخص تھے جو بہت غور وفکر کیا کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ پہ حقیقی ایمان رکھتے تھے وہ خدا سے پیار کرتے تھے اور اللہ بھی ان سے محبت کرتا تھا اور انہیں حکمت عطا کی گئی تھی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لقمان نے حکمت، مال وجمال خاندان کے لیے حاصل نہیں کی تھی بلکہ وہ ایک پرہیزگار، ذہین، ہمدرد انسان تھے اگر لوگ آپس میں لڑائی جھگڑا کر لیتے تھے وہ اُن کے درمیان صلح کروا دیا کرتے تھے۔

لقمان، دانشوروں کے ساتھ زیادہ وقت گزارتے تھے اور اپنی ہوا وہوس سے مقابلہ کرتے تھے۔[1] انہوں نے طویل عمر پائی وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قریبی تھے۔ انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ حکمت یا حکومت میں سے ایک کا انتخاب کرلیں تو انہوں نے حکمت کا انتخاب کیا۔ لقمان سے پوچھا گیا کہ اس مقام تک کیسے پہنچے؟ انہوں نے کہا کہ امانتداری، صداقت اور ان امور میں خاموشی اختیار کرنے سے جو میرے ساتھ مربوط نہ تھے۔[2]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لقمان اپنے زمانے کے نبی کی معرفت رکھتے تھے۔[3]

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانی کتاب سے نہیں نوازا لیکن اس کے ہم پلہ یعنی حکمت عطا کی۔

---

۱) تفسیر المیزان: اسی آیت کے ذیل میں

۲) تفسیر مجمع البیان: اسی آیت کے ذیل میں

۳) تفسیر نور الثقلین: اسی آیت کے ذیل میں

ایک دن لقمان کے مالک نے انہیں کہا کہ میرے لیے بکرے کا بہترین عضو پیش کرو! لقمان بکرے کی زبان لے آئے۔ دوسرے روز اس نے کہا کہ اب بکرے کا بدترین عضو لاؤ۔ لقمان پھر زبان لے آئے جب ان کے مالک نے اس کی دلیل جاننا چاہی تو لقمان نے کہا: اگر زبان حق کے راستے میں حرکت کرے اور حق بات کہے تو بدن میں اس سے بہتر عضو کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ ورنہ بدترین عضو یہی ہوگا۔[1]

لقمان کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصوم علیہم السلام ان کی نصیحتوں کو دوسروں کے لیے نقل کرتے ہیں۔

لقمان کی نصیحتوں کی ایک جھلک

۱۔ اگر تم بچپن میں مؤدب ہو گئے تو بزرگی میں اس سے بہرہ مند رہو گے۔

۲۔ کاہلی اور سستی سے پرہیز کرنا چاہیے، عمر کے کچھ حصے کو تربیت کے لیے وقف کر دیجیے۔ حقائق کا انکار کرنے والوں سے گفتگو اور جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ فقہا سے بحث نہ کرو، فاسق کے دوست نہ بنو، فاسق کو اپنا بھائی نہ بناؤ۔ بدکردار لوگوں کے ہم نشین نہ بنو۔

۴۔ فقط اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا اور اسی سے امید رکھنا خدا سے خوف اور امید تمہارے دل میں یکساں ہونی چاہیے۔

۵۔ دنیا پر بھروسہ نہ کرنا اور اس سے دل نہ لگانا اور دنیا کو ایک پل کی مانند نظر میں رکھنا۔

۶۔ جان لو کہ روز محشر چار چیزوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔ جوانی کہاں صرف کی، عمر کہاں ضائع کی۔ مال کس ذریعے سے حاصل کیا اور کس مقصد کے لیے صَرف کیا؟

۷۔ جو لوگوں کے پاس ہے اس پر نظر نہ رکھو اور سب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔

---

[1] تفسیر کشاف: اسی آیت کے ذیل میں

۸۔ اپنے ہمسفروں سے زیادہ مشورہ کرنا اور دوران سفر توشہ راہ (کھانے پینے کی چیزیں) ان کے درمیان تقسیم کرنا۔

۹۔ اگر وہ تم سے مشورہ کریں تو خلوص کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کرنا۔ اگر تجھ سے قرض یا مدد کی درخواست کریں تو ان کی مدد کرنا۔ اس کی بات پر ضرور توجہ دینا جو عمر میں تم سے بڑا ہو۔

۱۰۔ نماز اول وقت ادا کرنا اور سخت ترین حالات کے باوجود نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔[۱]

۱۱۔ حالت نماز میں اپنے دل کی حفاظت کرنا۔

۱۲۔ کھانا کھاتے وقت خلق خدا کا خیال رکھنا۔

۱۳۔ لوگوں کے درمیان اپنی زبان کی حفاظت کرنا۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ اور موت کو کبھی بھی فراموش نہ کرنا۔ تم نے لوگوں پر جو احسانات کیے ہیں یا لوگوں نے جو تمہاری برائی کی ہے اسے فراموش کر دینا۔[۲]

حکمت، معرفت و اطاعت

حکمت ایسی دانش (علم) ہے جو معرفت الٰہی کے سائے میں نصیب ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد اسرار الٰہی کے بارے میں غور و فکر کرنا اور حق تک پہنچنا ہے۔ نورانیت اور تقویٰ کا حصول اس کے ذریعے سے ممکن ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حکمت سے مراد معرفت، شعور اور عمیق شناخت ہے ایسی شناخت جو انسان کو بندگی خدا اور آسمانی رہبر کی طرف لے آئے اور بڑے بڑے گناہوں سے بچالے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حکمت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔[۳]

راغب (مشہور لغت دان) اس کلمہ کے بارے میں کہتا ہے کہ علم اور عقل کے ذریعے حق تک

---

۱) تفسیر کنز الدقائق: اسی آیت کے ذیل میں

۲) تفسیر روح البیان: اسی آیت کے ذیل میں

۳) امالی صدوق: ص ۴۸۷

پہنچنا حکمت ہے۔[۱]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں جو بھی حکمت کا طالب ہے اسے چاہیے دروازے سے اندر آئے۔ أنا دار الحکمة و علی بابها فمن اراد الحکمة فلیأت الباب[۲]

کئی ایک روایات میں اہل بیت علیہم السلام کو حکمت کا دروازہ اور حکمت کی کلید (چابی) کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔[۳]

حکمت کی اہمیت

انبیاء کے وظائف میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[۴]

حکمت، آسمانی کتاب کے مساوی ہے جسے حکمت عطا کی گئی۔ اسے خیر کثیر عطا کیا گیا۔ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا)[۵]

روایات کے مطابق، حکمت، ایک ایسا نور ہے جو انسان کی جان (روح) میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اثرات انسان کی گفتار اور رویے سے ظاہر ہوتے ہیں۔[۶]

حکمت، ایسی نعمت اور بصیرت ہے کہ اگر یہ فقیر میں ہو تو اسے معاشرے میں دولتمند اور محبوب بنا دیتی ہے اگر صغیر (بچے) میں ہو تو اسے بزرگوں پر برتری مل جاتی ہے۔[۷]

---

۱) مفردات

۲) العمدة: ص ۲۹۵

۳) بحار: ج ۲۳ ص ۲۴۴

۴) بقرہ/ ۱۲۹، آل عمران/ ۱۶۴، جمعہ/ ۲

۵) بقرہ/ ۲۶۹

۶) بحار: ج ۱۴ ص ۳۱۶

۷) بحار: ج ۶۷ ص ۴۵۸

حکمت، مومن کی گمشدہ چیز (میراث) ہے۔ اسے حاصل کرنے کی اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ فرمایا: جس طرح قیمتی لولو و مرجان (قیمتی پتھر) کو گندگی سے بھی اٹھا لیتے ہو اسی طرح حکمت اگر دشمن سے بھی لینی پڑے تو اسے حاصل کرو۔[۲]

حکیم کبھی بھی سطحی اور وقتی مسائل پر توجہ نہیں دیتا (بلکہ) اس کی توجہ امور کی عاقبت اور نتیجہ پر ہوتی ہے نہ تو اس کا اپنے سے بالاتر کسی کے ساتھ جھگڑا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے سے کمتر کو معمولی جانتا ہے۔ علم اور آگاہی کے بغیر کوئی بات نہیں کرتا۔ اس کی گفتار اور کردار میں کوئی تضاد نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ضائع نہیں کرتا۔ بے ہودہ لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتا۔ لوگوں کو اپنی طرح سے دوست رکھتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرتا ہے۔ لوگوں کو ہرگز دھوکہ نہیں دیتا۔

حکمت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

حکمت ہدیہ الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندے کو عنایت کرتا ہے۔ کئی ایک روایات میں ہے جس شخص کے چالیس شب و روز خالص ہو جائیں اللہ تعالیٰ اس کے دل اور زبان پر حکمت کے چشمے جاری کر دے گا۔[۳]

ایک اور حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جو دنیا میں زاہد بن جائے اور دنیا کا زرق و برق اسے فریب نہ دے تو اللہ تعالیٰ حکمت کو اس کی جان [روح] کے ساتھ رکھ دیتا ہے۔ زبان کی حفاظت، شکم اور شہوت کو کنٹرول کرنا، امانتداری، تواضع اور غیر مفید مسائل کو نظر انداز کر دینے سے حکمت کا راستہ فراہم ہو جاتا ہے۔[۴]

---

۱) نہج البلاغہ: حکمت ۸۰

۲) بحار: ج ۲ ص ۹۷، ۹۹

۳) جامع الاخبار صدوق: ص ۹۴

۴) بحار: ج ۷۳، ص ۴۸، میزان الحکمۃ

حکمت کے نمونے

اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۲ تا ۳۸ تک چند احکام بیان فرمائے ہیں اور آخر پر فرمایا: یہ اوامر (اچھائی کا حکم دینا) ونواہی (برائی سے روکنا) ہیں۔ ایسی حکمتیں ہیں جسے پرور دگار نے تیری طرف وحی کی اور وہ یہ ہیں:

یکتا پرستی اور شرک سے دوری، والدین پر احسان کرنا اور ان کا احترام کرنا جب وہ بوڑھے ہو جائیں، پیار بھری باتیں کرنا اور محبت سے بھرپور رویہ رکھنا اور ان کے لیے دعائے خیر کرنا۔ اولیائے خدا کے حقوق ادا کرنا۔ فقراء اور غریب الوطنوں کے حقوق ادا کرنا۔ اسراف اور فضول خرچی سے پرہیز کرنا۔ میانہ روی اختیار کرنا۔ نسل کشی سے پرہیز کرنا اور ناجائز جنسی تعلقات سے بچے رہنا۔ مال یتیم کے تصرف سے دوری اختیار کرنا۔ انسانوں کے حقوق ادا کرنا۔ ناپ تول میں کمی نہ کرنا۔ اس چیز کی پیروی نہ کرنا جس کے بارے میں علم اور آگاہی نہ ہو۔ تکبرانہ چال سے بچنا۔ پھر فرمایا: ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ یہ حکمت کی وہ باتیں ہیں جو آپ کے پروردگار نے آپ کی طرف وحی کی ہیں۔[1]

آیت نمبر (۱۳)

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے

نکات:

۞ حق کی طرف دعوت دینے کا ایک راستہ وعظ ونصیحت ہے اور کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں۔ قرآن مجید کا ایک نام موعظہ بھی ہے۔ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ[2] احادیث کی کتابوں میں

---

[1] بنی اسرائیل/ ۳۹

[2] یونس/ ۵۷

وعظ و نصیحت پر جداگانہ بحث کی گئی ہے۔

روایات میں بیان ہوا ہے کہ بعض اوقات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے موعظہ (وعظ و نصیحت) کرو۔[1] حضرت علی علیہ السلام بھی کبھی اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ مجھے موعظہ کیجئے، کیونکہ جو اثر سننے سے ہوتا ہے وہ جاننے سے نہیں ہوتا۔[2]

پیغام:

۱۔ اولاد کی تربیت کرنے کا طریقہ بزرگوں سے سیکھیں۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ

۲۔ موعظہ کرتے وقت سب سے پہلے سننے والے کے ذہن اور حواس کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ یٰبُنَیَّ

۳۔ موعظہ کی بنیاد مبنی بر حقیقت ہونی چاہیے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ...... وَهُوَ یَعِظُهٗ

۴۔ اولاد کو نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس سے غافل نہ رہیں۔ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ

۵۔ تبلیغ کی ابتداء اپنے قرابتداروں سے کریں۔ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ

۶۔ اولاد کی صحیح تربیت کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ان سے پیار و محبت کے انداز میں بات کی جائے: وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ

۷۔ والد کی اپنی اولاد کی نسبت موعظہ کی ذمہ داری زیادہ ہے: قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ

۸۔ نوجوان سے موعظہ کی زبان میں بات کی جائے نہ کہ سرزنش کے انداز میں: وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ

۹۔ موعظہ، محبت اور شوق پیدا کرنے کے ہمراہ ہو: یٰبُنَیَّ

۱۰۔ موعظہ کے مؤثر ہونے کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ مخاطب کی شخصیت کا احترام کیا جائے: یٰبُنَیَّ

۱۱۔ ہدایت اور موعظہ کرتے وقت حقیقی مسائل کو اولویت واہمیت دی جائے: یَعِظُهٗ ...... لَا تُشْرِكْ

۱۲۔ شرک بہت بڑا خطرہ اور اصل مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا متاع قلیل (کمتر چیز)

---

[1] مواعظ صدوق: ص ۹۲

[2] دو گفتار: شہید مطہری، ص ۲۲۴

ہے۔ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ [1] لیکن شرک ظلم عظیم ہے: لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ یعنی اگر مشرک ہونے کے بدلے میں پوری دنیا بھی کوئی دے دے تو قبول نہیں کرنی چاہیے۔

۱۳۔ اپنے مواعظ (نصائح) کو دلیل اور منطق کے ذریعے موثر بنایا جائے: لَا تُشْرِكْ .... إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

شرک کا کیا معنی ہے

شرک کا مفہوم بڑا وسیع ہے جس میں سے ایک بت پرستی ہے۔ مجتہدین عظام کے فتویٰ کے مطابق شرک کی اس قسم سے انسان دین سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔

شرک کے کئی ایک معانی ہیں۔ غیر اللہ کی بے چون و چرا اطاعت کرنا یا ہوائے نفس کی پیروی کرنا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ [2] ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ سب اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے اجتناب کریں یا اس طرح سے بیان ہوا۔ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ [3] کیا تم نے نہیں دیکھا اس کو جو اپنی ہوائے نفس کو اپنا خدا قرار دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ایک سو سے زیادہ مرتبہ "دونِ اللہ، اور دونہ" آیا ہے یعنی غیر اللہ کی پرستش شرک ہے۔ مومنین بھی اپنے امور میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو غیر اللہ کے فرامین پر عمل پیرا ہوں گے تو ایسے میں وہ مدار الٰہی سے خارج ہو جائیں گے۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ [4] یعنی اکثر مومنین مشرک بھی ہیں کیونکہ وہ غیر اللہ پر بھروسہ کیئے بیٹھے ہیں۔

روایت میں شرک کی ایک کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ جس طرح شب کی تاریکی میں

---

۱) نساء/۷۷

۲) نحل/۳۶

۳) جاثیہ/۲۳

۴) یوسف/۱۰۶

سیاہ پتھر پر چیونٹی کی حرکت نظر نہیں آتی لیکن شرک اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

اس لیے شرک فقط بت پرستی نہیں بلکہ کسی قدرت، مقام، مال، قبیلہ سے وابستگی اور ہر وہ کام جو اللہ کے لیے نہ ہو شرک ہے۔

شرک کے اثرات

۱۔ عمل کی تباہی و بربادی:

شرک انسان کے اچھے کاموں کو ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ جنگل میں سرسبز درختوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے، قرآن مجید میں پیغمبر اکرم ﷺ سے خطاب ہے کہ۔ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ اگر تم شرک کروگے تو تمہارے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے۔[1]

۲۔ اضطراب اور پریشانی:

ایک موحد اور خدا پرست انسان کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مرضی حاصل کرے لیکن جو اللہ کے بجائے دوسروں کو راضی کرنے کی فکر میں ہو، وہ ہمیشہ اضطراب اور پریشانی میں مبتلا رہتا ہے کیونکہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ گوناگوں (مختلف) خواہشات اور توقعات رکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے زندان میں اپنے مشرک دوستوں سے کہا تھا۔ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَھَّارُ[2] کیا متفرق ارباب بہتر ہیں یا وہ اللہ جو یکتا ہے جو سب پر غالب ہے؟

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: جو اللہ تعالیٰ سے جدا ہو جائے اس کی مثال ایسی ہے کہ جسے آسمان سے پھینک دیا جائے اور مختلف الانواع پرندوں کی غذا بن جائے اس کے ہر ذرے کو دور پھینک دیا جائے۔

وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ اَوۡ تَہۡوِیۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ[3]

---

۱) زمر/۶۵

۲) یوسف/۳۹

۳) حج/۳۱

اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور اس کی توحید ایک مضبوط قلعے کی مانند ہے جو انسان کو غلط راستے پر جانے سے بچا لیتا ہے اور ہر ایک سے دل لگانے، دوسروں کی شخصیت کے گرد گھومنے، ہر کسی سے امید رکھنے، دوسروں کی چاپلوسی اور بے جا تعریف کرنے اور دوسروں سے ڈرنے سے بچا لیتا ہے۔

حدیث میں بیان ہوا ہے۔ كَلِمَةُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِيْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِيْ[1] توحید میرا ایک مضبوط قلعہ اور سہارا ہے جو بھی اس میں داخل ہو جائے گا عذاب الٰہی سے محفوظ ہو جائے گا۔

۳۔ تفرقہ اور اختلاف:

توحید پرست معاشرے میں ہر چیز کا محور اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ رہبر، قانون اور راستے کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا تعین کردہ ہوتا ہے اور سب اسی محور کے گرد گھومتے ہیں۔ لیکن شرک آلود معاشرے میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جگہ طاغوت کے کئی ایک طریقے، کئی ایک راستے موجود ہوتے ہیں اس لیے لوگ تفرقہ اور اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ...... مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ[2] مشرکین میں سے نہ ہونا (ذاتی طریقے اور نظریات جو انہوں نے خود سے بنا رکھے ہیں) جو تفرقہ کا باعث بنتے ہیں۔

۴۔ قیامت میں ذلت اور خواری:

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا[3] اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا ورنہ ذلت آمیز طریقے سے دوزخ میں پھینک دیئے جاؤ گے۔

شرک کی علامتیں

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے مقابلے میں بہانے بنانا شرک کی ایک علامت ہے۔ قرآن مجید نے چند ایک کی طرف اشارہ کیا ہے:

---

۱) بحار: ج ۹۴، ص ۱۴۷

۲) روم/ ۳۲

۳) بنی اسرائیل/ ۳۹

☆ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب بھی کوئی پیغمبر قانون لے کر آیا اور وہ تمہاری روش کے خلاف ہوا تو تم تکبر کرنے لگے؟ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ [1]

☆ جب بھی جہاد کا حکم آتا تو کہتے تھے ہمیں جنگ اور جہاد کا حکم کیوں دیتے ہو؟ لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ [2]

☆ جیسے ہی بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے لیے کھانا آیا تو کہنے لگے: فقط یہی غذا ہے؟ لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ [3]

☆ جب بھی اللہ کوئی مثال دیتا تو وہ کہنے لگتے: یہ مثال کیوں؟ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا [4]

شرک کی دیگر علامات یہ ہیں: اپنے خاندان، مال اور مقام کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل پر برتری دینا۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں ہم پڑھتے ہیں اگر والدین، اولاد، بیویاں، خاندان، دولت، تجارت اور گھر تمہارے نزدیک اللہ اور رسول اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر قہر الٰہی کے منتظر رہنا۔

شرک اس قدر خطرناک ہے کہ قرآن مجید نے چار مرتبہ توحید کے ساتھ والدین پر احسان کرنے کی تاکید کی ہے البتہ اگر والدین اپنی اولاد کو غیر اللہ کی دعوت دیں تو قرآن مجید نے فرمایا: ایسے میں والدین کی اطاعت نہ کرنا۔[5]

شرک کے محرکات

لوگ اس شخص کے ساتھ ہو لیتے ہیں جو طاقتور ہو۔ لیکن قرآن مجید نے فرمایا کہ تمام لوگ مل کر ایک مکھی بھی خلق نہیں کر سکتے: لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ [6]

---

۱) بقرہ/۸۷

۲) نساء/۷۷

۳) بقرہ/۶۱

۴) بقرہ/۲۶

۵) عنکبوت/۸، لقمان/۱۵

۶) حج/۷۳

یا پھر ایک لقمہ روٹی کی خاطر کسی اور کے ہمراہ ہوجاتے ہیں جبکہ قرآن مجید نے فرمایا: لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا[1]

یا عزت کے حصول کی خاطر کسی کو تلاش کرتے ہیں جبکہ قرآن مجید نے فرمایا: فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا[2]

یا پھر مشکلات سے نجات پانے کے لیے کسی کے گرد جمع ہوجاتے ہیں جبکہ قرآن مجید نے فرمایا: فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ[3]

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ جو خدا کے بجائے کسی اور کی تلاش میں ہوتے ہیں وہ تو خود تمہاری طرح کے بندے ہیں۔ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ[4] تو پھر بہترین خالق کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیوں متوجہ ہوتے ہو؟ تَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ[5]

شرک کا مقابلہ کیسے کریں

انبیاء کا اولین پیغام اور ہدف شرک کے خلاف جنگ اور اللہ تعالیٰ کی خالصانہ بندگی کی طرف دعوت دینا ہے۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ[6]

سوائے شرک کے تمام گناہ قابل معافی ہوں گے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ[7] انبیاء اس بات پر مامور تھے کہ شرک اور اس کی اقسام سے مکمل طور پر اور واضح انداز

---

۱) عنکبوت/ ۱۷

۲) نساء/ ۱۳۹

۳) بنی اسرائیل/ ۵۶

۴) اعراف/ ۱۹۴

۵) صافات/ ۱۲۵

۶) نحل/ ۳۶

۷) نساء/ ۴۸، ۱۱۶

میں برائت کا اظہار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ایک مردود فعل ہے۔ اگر اللہ کے لیے ننانوے فیصد کام کیا ہو اور ایک فیصد غیر اللہ کے لیے ہو تو یہ سارا کام باطل ہے اس لیے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا[۲]

فقط بتوں اور طاغوت کو ہی اللہ کے ساتھ شریک نہ کریں بلکہ انبیاء اور اولیاء الٰہی کو بھی اللہ کا شریک نہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: کیا تم نے لوگوں سے کہا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[۳] اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرانا، افترا، تہمت اور گناہِ عظیم ہے۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا[۴]

شرک اتنا قابل نفرت اور ناپسندیدہ فعل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیغمبر اور مومنین کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ چاہے مشرک ان کا قریبی ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے استغفار کریں: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى[۵]

اسلام منطق اور استدلال کے ذریعے شرک کا مقابلہ کرتا ہے مثال کے طور پر، اللہ کے علاوہ کسی اور نے آخر کیا چیز خلق کی ہے کہ تم اسے دل میں جگہ دے بیٹھتے ہو؟ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ[۶] تمہاری موت وحیات کس کے ہاتھ میں ہے؟ تمہاری عزت اور ذلت کس کے ہاتھ میں ہے؟

جس ہستی کا علم اور قدرت بے انتہا ہے اسے چھوڑ کر ایسے افراد کی تلاش میں ہو جو کسی چیز پر بھی قادر نہیں اسی لیے یہ انسانیت پر ظلم عظیم ہے۔ جمادات اور انسان کا اسیر ہونا، صنعت پر بھروسہ کرنا، ایک عاجز سے مدد کی درخواست کرنا عقل مندی نہیں۔ داستانوں کو قرآن مجید میں

۱) ھود/ ۵۴

۲) نساء/ ۳۶

۳) مائدہ/ ۱۱۶

۴) نساء/ ۴۸

۵) توبہ/ ۱۱۳

۶) فاطر/ ۴۰

نقل کرنے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ یہ بتایا جائے کہ گذشتگان کی تاریخ میں کس طرح شرک کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ﴿١٤﴾

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نصیحت کی، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری سہ کر اسے (پیٹ میں) اٹھایا اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے (نصیحت یہ کہ) میرا شکر بجالاؤ اور اپنے والدین کا بھی (شکر ادا کرو آخر میں) بازگشت میری طرف ہے۔

نکات:

❁ کلمہ "وَهْنٍ" جسمانی کمزوری کا معنی دیتا ہے اسی لیے شخصیت کو کمزور کرنا "توہین" ہے۔

❁ احسان کا دائرہ انفاق سے وسیع تر ہے۔ احسان میں ہر طرح کی محبت اور خدمت شامل ہے۔ لیکن انفاق عام طور پر مالی امداد کرنے کے معنی میں ہے۔ قرآن مجید میں والدین پر احسان کرنے کا حکم توحید کے ہمراہ ذکر کیا گیا ہے۔ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا[1]

❁ اس آیت کی ابتداء میں والدین سے نیکی کرنے کی تاکید کی گئی ہے پھر والدہ کے حاملہ ہونے کے وقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس سے انسان کے اخلاقی وجدان کو بیدار کیا گیا ہے۔ تاکہ اسے متوجہ کیا جائے اور اسے یاد دلایا جائے کہ والدہ کی گذشتہ مشکلات کو فراموش نہیں کرنا۔ اسے ہمیشہ یاد رہے کہ والدہ نے اسے اپنے شکم میں اٹھائے رکھا اور اپنا دودھ پلایا، اس کو راحت اور آرام دینے کی غرض سے اپنے آرام اور آسائش کو نظر انداز کر دیا جبکہ کوئی بھی یہ زحمت اٹھانے کے لیے

[1] بنی اسرائیل/ ٢٣

تیار نہیں تھا۔ یہاں پر والدہ کی مشکلات کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ والدہ کا حق ضائع ہونے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے یا پھر اس کا حق والد سے زیادہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے والدہ کے حقوق کی خاص تاکید کی ہے۔

❁ والدین اور اولاد کے حقوق دوطرفہ ہیں۔ اس سے ماقبل آیت میں والد کا موعظہ اپنے بیٹے کی نسبت بیان ہوا ہے اور اس آیت میں احسان اور شکر گزاری کا حکم والدین کی نسبت سے بیان کیا گیا ہے۔

پیغام:

۱۔ حق بات کی پیروی کرنا ضروری ہے چاہے وہ کسی بندہ خدا (لقمان) کا موعظہ (وعظ و نصیحت) ہو یا اللہ تعالیٰ کی نصیحت۔ وَصَّيْنَا

۲۔ ہر شخص کے لیے ضروری یہ ہے کہ وہ جس رتبے پر بھی پہنچ جائے یا حالات مختلف ہوں تب بھی وہ اپنے والدین کا احسان مند ہے۔ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ "الانسان" (ہر انسان اس میں شامل ہے۔)

۳۔ والدین کا احترام کرنا، انسانی حقوق میں سے ہے نہ کہ یہ اسلامی حق ہے۔ حتیٰ کہ والدین کافر ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی ان پر احسان کرنا چاہیے۔ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

۴۔ جو زیادہ زحمت اٹھائے اس کا ذکر بھی علیحدہ سے ہونا چاہیے۔ وَالِدَيْهِ...... أُمُّهُ

۵۔ عام اور سادہ احکامات کے لیے عام سی دلیل سے کام لیا جائے۔ کیونکہ مخاطب سب انسان ہیں اس لیے والدہ کے حاملہ ہونے کا ذکر کیا ہے جو سب ماؤں سے متعلق ہے۔ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ

۶۔ ہم اس بہانے سے کہ یہ سب کی انفرادی اور فطری ذمہ داری ہے تو ایسے میں والدین پر احسان اور شکر گزاری کرنے سے ہاتھ نہ کھینچ لیں۔ حاملہ ہونا ایک طبیعی امر ہے، لیکن ہماری ذمہ داری ہے کہ والدہ کا احترام کریں اور اس کی زحمتوں کی قدردانی کریں۔ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ

۷۔ گذشتہ اوقات کو یاد رکھیں تاکہ ہمارے اندر شکر گزاری کا جذبہ زندہ رہے۔ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ

۸۔ حاملہ رہنے اور دودھ پلانے کا عرصہ اولاد پر والدہ کے حقوق عائد کر دیتا ہے جبکہ یہی عرصہ والدہ پر اپنے بچے کی شخصیت بنانے کی اہم ترین ذمہ داری بھی ڈال دیتا ہے۔ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ...... وَفِصَالُهُ

۹۔ بچے کو دودھ پلانے کا عرصہ دو سال ہے اور یہ واجب نہیں کہ پورے دو سال پلایا جائے۔ کلمہ "فصال" سے مراد یہ ہے کہ بچے کا دودھ چھڑوا دیا جائے۔ عَامَیْنِ اس بات کی علامت ہے کہ کم از کم دو سال تک بچہ دودھ پی سکتا ہے۔ [اگرچہ بہتر ہے کہ دو سال مکمل ہو جائیں]

۱۰۔ اپنے فرض کی انجام دہی کے دوران مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا دراصل دوسروں پر حقوق عائد ہونے کا آغاز ہے۔ جو لوگ کمزوری اور ناتوانی کے باوجود اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہیں ان کا انسانوں پر زیادہ حق ہے۔ (وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ)

۱۱۔ والدین کا شکر ادا کرنے والے کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مقام ہے۔ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد والدین کا شکر ادا کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲۔ ہم سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا ہے اس لیے والدین کی ناشکری سے ڈرنا چاہیے۔ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ

۱۳۔ جب مقصد پر ایمان مضبوط ہو تو پھر نیک کام کرنے اور والدین کی خدمت کرنے کا جذبہ بیدار رہتا ہے۔ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کا حق والدین کے حق پر مقدم ہے۔ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کہیں ہمیں اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دے۔ آخر میں ہم اس آیت کے پیغام سے اجمالی طور پر ان دو عنوانوں یعنی والدین سے احسان اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کی مناسبت سے چند اشارے کرتے ہیں۔

والدین سے احسان

سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۳، سورہ نساء آیت نمبر ۳۶، سورہ انعام آیت نمبر ۵۱ اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳ میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ لیکن سورہ لقمان میں والدین پر احسان کا ذکر اللہ تعالیٰ کی نصیحت کے عنوان سے کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں کئی ایک مواقع میں والدین کی شکر گزاری کے ساتھ شکر خداوند بیان ہوا ہے۔ بعض جگہ والدہ کی زحمت اور مشقت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

مقام والدین کی عظمت اتنی بلند ہے کہ بعد والی آیت میں فرمایا: اگر والدین کوشش کریں اور تمہیں شرک کی طرف لے آئیں تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔ اس کے باوجود ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا اور تعلق قطع نہ کرنا یعنی بعض موارد میں ان کی اطاعت نہ کرنے کے باوجود والدین کا احترام ترک نہ کریں۔

انسانی حقوق میں سے ایک والدین کا احترام کرنا ہے یہ صرف اسلامی حقوق میں سے نہیں ہیں۔ یہ حقوق دائمی ہیں نہ کہ موسمی یا وقتی، روایات میں بیان ہوا ہے کہ والدین پر احسان کرنا لازم ہے، اچھے ہوں یا برے، زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں نے دیکھا کہ اپنی رضاعی بہن کا اپنے رضاعی بھائی سے زیادہ احترام کررہے ہیں۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ میری یہ بہن اپنے والدین کا بہت زیادہ احترام کرتی ہے۔[1]

قرآن مجید میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں کہ دونوں اس بات پر مامور تھے کہ اپنی والدہ کا احترام کریں۔[2] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اول وقت نماز ادا کرنے کے بعد والدین کے احترام سے بڑھ کر اور کوئی عمل نہیں ہو سکتا۔[3]

کربلا کے میدان میں جب ایک باپ کو شہید کردیا گیا تو اس کا بیٹا امام حسین علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے حاضر ہو گیا تب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ تمہاری ماں نے شوہر کی جدائی کا داغ تو دیکھ لیا شاید تمہاری جدائی برداشت نہ کر سکے تو وہ جوان کہنے لگا: میری ماں نے ہی مجھے میدان میں بھیجا ہے۔[4]

---

[1] کافی: ج۲، ص۱۶۱

[2] مریم/ ۱۴، ۳۲

[3] میزان الحکمۃ

[4] اعیان الشیعہ: ج۱، ص۶۰۷

کلمہ "والدین" کا وسیع دائرہ

اسلامی روایات کے مطابق آسمانی رہبر، معلم، مربی اور سسر کو بھی والد کہا گیا ہے۔

اپنی عمر کے آخری حصے میں جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر بیماری پر تھے تو حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: لوگوں کے درمیان چلے جاؤ اور بلند آواز سے یہ کہو:

جن کو والدین نے عاق کر دیا ہے ان پر اللہ کی لعنت ہو۔

ہر اس غلام پر جو اپنے آقا سے دور ہونا چاہتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

ہر اس شخص پر جو مزدور اور کاریگر کی اجرت نہیں دیتا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے درمیان گئے اور یہ جملات کہہ کر واپس آ گئے۔ بعض اصحاب نے اس پیغام کو سنجیدہ نہیں لیا اور پوچھنے لگے۔ ہم نے اس سے پہلے بھی والدین کے احترام اور آقا و مزدور کے بارے میں سن رکھا ہے اس میں کوئی تازہ پیغام نہیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بستر بیماری سے ہمارے لیے بھیجا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ لوگ پیغام کی روح تک نہیں پہنچ سکے۔ دوبارہ علی علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں سے کہو:

کہ والدین کے عاق کرنے سے میری مراد آسمانی رہبر کا عاق کرنا ہے۔ یا علی! تم اور میں اس امت کے باپ ہیں جو ہماری اطاعت نہ کرے وہ ہمارا عاق شدہ ہے۔

تم اور میں اس امت کے مولا ہیں جو ہم سے دور رہنے کی کوشش کرے گا تو وہ عذاب الٰہی کا مستحق ہے۔

تم اور میں ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اجیر کیے گئے ہیں جو ہمیں حق اجرت نہیں دے گا وہ لعنت خدا کا مستحق ہے۔

قارئین نے اس معاملہ میں ملاحظہ فرمایا کہ والدین پر احسان کرنے کا معنی اگرچہ معروف اور رسمی ہے لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اس کے معنی میں کتنی وسعت ہے۔

اللہ تعالی کا شکر کیسے ادا کریں

اللہ تعالی کی ذات ہماری عبادت اور شکر سے بے نیاز ہے۔ قرآن مجید میں بارہا اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اللہ تعالی تم سے بے نیاز ہے۔[۱]

لیکن اس کی طرف ہماری توجہ خود ہمارے لیے سرمایہ عزت وکمال ہے۔ جس طرح سورج کو ہماری کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں سورج کی ضرورت ہے اسی لیے ہم اپنے گھروں کا رخ سورج کے رخ پر تعمیر کرتے ہیں تا کہ اس کے نور اور حرارت سے فائدہ اٹھائیں۔

اللہ تعالی نے انبیاء کی جو تعریفیں قرآن مجید میں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ سب اللہ تعالی کے شکر گزار تھے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام جنہوں نے اپنی بیوی، بیٹے اور لوگوں کی بے وفائی پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اللہ تعالی نے ان کے شکر کو یاد کیا ہے اور انہیں ''شاکر'' کا نام دیا ہے۔ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا[۲]

بارہا اللہ تعالی نے اکثر لوگوں کے شکر گزار نہ ہونے کی شکایت کی ہے۔

البتہ شکر کی توفیق بھی اللہ تعالی سے مانگی جائے۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالی سے درخواست کی۔ رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ[۳] ہم اکثر ان نعمتوں پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں جن سے ہر روز مستفید ہوتے ہیں اور بہت سی نعمتوں سے غافل ہیں جو نیک لوگوں سے ہمیں وراثت میں ملی ہیں یا ہزاروں قسم کی بلائیں اور مصیبتیں جو ہم سے دور ہوتی ہیں یا معنوی نعمتیں، جیسے اللہ تعالی اور اس کے اولیاء پر ایمان لانا یا کفر و فسق اور گناہ سے نفرت کرنا۔ جسے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس طرح سے یاد فرمایا ہے۔ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ[۴]

---

۱) نمل/ ۴۰، لقمان/ ۱۲، زمر/ ۱۷

۲) بنی اسرائیل/ ۳

۳) نمل/ ۱۹ (اوزعنی) یعنی مجھے الہام، عشق اور محبت کی نسبت نعمتوں کا شکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

۴) حجرات/ ۷

اس کے علاوہ معصومین کی دعائیں بھی ہیں جو اللہ تعالی کی نعمتوں پر شکر کی طرف متوجہ کرتی ہیں تاکہ انسان کے اندر شکر گزاری کی روح زندہ رہے اور شکر گزاری کا جذبہ طاقتور ہو جائے۔

اللہ تعالی کا شکر کبھی زبانی یا گفتار کے ذریعے اور کبھی عمل اور کردار کے ذریعے ادا کیا جاتا ہے۔

حدیث میں بیان ہوا ہے جب اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو یاد کرو تو شکرانے کے طور پر اپنی پیشانی خاک پر رکھ دو حتیٰ کہ اگر گھوڑے پر بھی سوار ہو اتر کے اسے انجام دو اگر ایسا نہ ہو سکے تو اپنی پیشانی کو زین کی نوک پر رکھ دو اگر یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی پیشانی کو ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دو۔[۱]

عملی شکر کے چند نمونے

۱۔ نماز: اللہ تعالی کا شکر بجالانے کا بہترین نمونہ نماز ہے۔ اللہ تعالی نے پیغمبر اکرم ﷺ سے فرمایا: ہم نے تمہیں کوثر اور خیر کثیر عطا کیا ہے پس شکرانے کی خاطر نماز پڑھو۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ[۲]

۲۔ روزہ: اللہ تعالی کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لیے انبیاء الٰہی روزہ رکھتے تھے۔[۳]

۳۔ لوگوں کی خدمت کرنا: قرآن مجید میں ہے اگر کوئی ان پڑھ تمہیں درخواست لکھنے کے لیے کہے تو انکار نہ کرو، بلکہ شکرانے کے طور پر لکھ دو کہ تم لکھنا جانتے ہو۔ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ[۴] یہاں خط لکھنے سے ایک قسم کی لوگوں کی خدمت کرنا ہے لیکن یہ ایک طرح سے اس نعمت کا شکر ہے کہ تمہیں لکھنا آتا ہے۔

۴۔ قناعت: پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: کن قنِعاً تکن اشکر الناس[۵] قناعت کرو تاکہ تمہارا شمار شکر گزار لوگوں میں سے ہو۔

---

۱) کافی: باب الشکر، حدیث ۲۵

۲) کوثر/۱،۲

۳) وسائل: ج۱۰، ص۴۴۶

۴) بقرہ/۲۸۲

۵) مستدرک: ج۱۱، ح۱۳۶۷۶

۵۔ یتیم کی خدمت کرنا: اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: تم یتیم تھے اور ہم نے تمہیں پناہ دی اس لیے شکرانے کے طور پر یتیم کو اپنے سے دور نہ کرنا۔ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ[1]

۶۔ ضرورتمندوں اور محروموں کی مدد کرنا: اللہ تعالی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: تم نیازمند تھے ہم نے تمہیں غنی کردیا شکرانے کے طور پر جو فقیر بھی آئے اسے اپنے سے دور نہ کرنا۔ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ[2]

۷۔ لوگوں کا شکریہ ادا کرنا: اللہ تعالی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: زکوۃ دینے والوں کا شکریہ ادا کرو اور ان کی تشویق اور شکریہ کی خاطر ان پر درود بھیجو۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ[3] کیونکہ تمہارا درود بھیجنا ان کو سکون عطا کرے گا۔

لوگوں کا شکر ادا کرنا اصل میں خدا کا شکر ادا کرنا ہے۔ جس طرح سے روایت میں بیان ہوا ہے۔ جو مخلوق کا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہوتا۔ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْمُنْعِمَ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ[4]

مشکل حالات میں بھی شکر ادا کرنا

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ[5] بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ تم انہیں دوست نہیں رکھتے لیکن حقیقت میں وہ تمہارے لیے نفع بخش ہیں۔

بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو تمہیں پسند ہیں جبکہ وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہیں۔

❁ اگر یہ جان لیں کہ دوسرے لوگ مشکلات میں زیادہ مبتلا ہیں۔

---

1) ضحی/۹
2) ضحی/۱۰
3) توبہ/۱۰۳
4) عیون الاخبار: ج ۲، ص ۲۴
5) بقرہ/۲۱۶

- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ متوجہ کرتی ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات ہمارے غرور کو ختم اور ہماری سنگدلی کو برطرف کرتی ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات ہمیں دوسروں کے درد کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات ہمیں دفاع، فکر اور ہماری صلاحیتوں کو ابھارتی ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات ہمیں گذشتہ نعمتوں کی اہمیت یاد دلاتی ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات اخروی نعمتوں کے حصول کا سبب ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ مشکلات خبردار کرنے یا قیامت کے لیے بیدار کرنے کی گھنٹی ہیں۔
- اگر یہ جان لیں کہ اس سے زیادہ مشکل حالات بھی پیش آسکتے تھے۔ تو یہ جان لیں کہ ظاہری تلخیاں بھی اپنے مقام پر شیریں ہوتی ہیں۔ بچے کے لیے کھجور میٹھی جبکہ پیاز اور مرچ کڑوے ہوتے ہیں لیکن والدین چونکہ فکر اور عمر میں بڑے ہیں ان کے لیے دونوں چیزیں اچھی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے جنگ احد کے موقع پر فرمایا: جہاد میں شرکت کرنا اصل میں شکر ادا کرنے کے موارد میں سے ایک ہے۔ ولکن من مواطن البشری الشکر [1]

آپ کی دختر حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے بنی امیہ کے ظالموں کو للکارا اور فرمایا: ہم نے کربلا میں زیبائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ مَا رَأَیْتُ اِلَّا جَمِیْلاً [2]

کسی ولی خدا سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ تو اس نے کہا میں تو اس کا شکر بجالانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ خطاب ہوا کہ بہترین شکر یہی ہے کہ تم اقرار کرلو کہ میں شکر ادا کرنے کی توانائی نہیں رکھتا۔ تو اسی مناسبت سے سعدی نے کہا:

از دست و زبان که برآید
کز عهده شکرش به درآید

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۶

[2] بحار: ج ۴۵، ص ۱۱۶

بندہ همان به که زتقصیر خویش
عذر به درگاه خدا آورد

آیت نمبر «۱۵»

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی بات نہ ماننا، البتہ دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنا اور اس کی راہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہے، پھر تمہاری بازگشت میری طرف ہے، پھر میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو

نکات:

❁ قرآن مجید میں اطاعت کی تین اقسام بیان ہوئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالی کی مطلق اطاعت، اس کے پیغمبر اور اولی الامر کی اطاعت۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ[1]

۲۔ کفار، منافقین، مفسدین، گناہگاروں اور ظالموں کی مطلقاً (کسی بھی حالت میں) اطاعت نہ کرو۔ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ[2] لَا تُطِعْ ---- آثِمًا أَوْ كَفُورًا[3] لَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ[4]

---

[1] نساء/۵۹

[2] احزاب/۱

[3] انسان/۲۴

[4] الاعراف/۱۴۲

۳۔ والدین کی مشروط اطاعت کرنا۔ یعنی اگر والدین مفید اور مباح حکم دیں تب لازم ہے ان کی اطاعت کی جائے اگر کوشش کریں کہ غیر خدا کی راہ پر لے آئیں تو پھر اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔

پیغام:

۱۔ انسان فطری طور پر توحید پرست ہے جبکہ دوسرے اسے مشرک بنانے کے لیے کوشش کرتے رہتے ہیں: جٰهَدٰكَ

۲۔ کلیات کو بیان کرتے وقت ان پر کیے گئے تبصروں پر توجہ دینی چاہیے۔ [والدین کی اطاعت کی تاکید کے ہمراہ یہ بھی آیا ہے والدین کے انحرافی پہلوؤں کی طرف بھی توجہ رکھیں] (جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ)

۳۔ شرک، منطقی علم سے عاری ہے: لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

۴۔ اندھی تقلید ممنوع ہے: مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

۵۔ اللہ تعالیٰ کا حق، ہر حق پر از جملہ والدین کے حقوق پر بھی مقدم ہے: فَلَا تُطِعْهُمَا

۶۔ اگر کسی سے اس کا نمونہ عمل (آئیڈیل) لیں تو اس کے بدلے میں اسے مناسب نمونہ عمل (آئیڈیل) بھی دیں: فَلَا تُطِعْهُمَا ..... وَّاتَّبِعْ

۷۔ انحرافی موارد میں والدین کی اطاعت لازمی نہیں لیکن ان کا احترام اپنی جگہ باقی رہے گا۔ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا

۸۔ اچھے اور معروف کام کو کسی بھی حالت میں ترک نہیں کرنا چاہیے۔ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا

۹۔ عمر کے آخری حصے تک والدین سے نیکی کا سلوک کیا جائے چاہے والدین مشرک ہی کیوں نا ہوں۔ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا

۱۰۔ توبہ کرنے والے حقیقی مومن، اس قابل ہیں کہ دوسروں کے لیے نمونہ عمل (آئیڈیل) بن جائیں۔ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ

۱۱۔ کبھی عقیدے اور خاندان کے کردار میں انتخاب کرتے وقت فرق کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ دنیوی زندگی میں والدین کے ہمراہ لیکن پیروی کرنے کے لیے پاک اور صالح افراد کا انتخاب کرنا

چاہیے۔ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

۱۲۔ قیامت پر ایمان رکھنا، امور میں اصلاح اور انسان کی راہ خدا میں اطاعت کا ضامن ہے۔ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

آیت نمبر ﴿۱۶﴾

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ

اے میرے بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی (اچھی یا بری) چیز کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں ہو تو اللہ اسے یقیناً نکال لائے گا یقیناً اللہ بڑا باریک بین، خوب باخبر ہے

نکات:

❁ ''خردل'' ایک ایسے پودے کو کہتے ہیں جس کا بیج انتہائی باریک اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اس لیے معمولی چیز اور حقارت کی خاطر اسے بطور ضرب المثل استعمال کیا جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ اپنے فرزند کو اللہ تعالی کی قدرت اور علم کی طرف متوجہ کرنا حکمت کی نشانی ہے: اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ...... يٰبُنَيَّ

۲۔ وعظ و نصیحت اور تاکید کرتے وقت مخاطب کے نام یا تعلق کا تکرار کرنا چاہیے (''يٰبُنَيَّ'' اس سورت میں اور ''يٰٓاَبَتِ'' کا سورہ مریم کی آیات ۴۰ تا ۴۵ میں تکرار سے آیا ہے۔)

۳۔ انسان روز قیامت اپنے اعمال کو اپنے سامنے حاضر پائے گا۔ اس پر ایمان رکھنا انسان کی اصلاح کا سرچشمہ ہے: اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ...... يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ

۴۔ خردل، جتنا چھوٹا اور معمولی، صَخْرَةٍ پتھر کی مانند سخت ہونا نیز کسی چیز کی دوری اور ناپائیداری۔ فی

السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے علم میں اور اسے حاضر کرنے پر اثر انداز نہیں ہو سکتی: یٰٓاَیُّہَا اللہُ

۵۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ اور ہر چیز پر قادر ہے: یٰٓاَیُّہَا اللہُ...... لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ

۶۔ انسانی اعمال اس دنیا میں ضائع نہیں ہو سکتے: یٰٓاَیُّہَا اللہُ

۷۔ اللہ تعالیٰ کے حساب لینے کا طریقہ بڑا صحیح ہے کیونکہ وہ لطیف [مہربان] ہے (لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ)

آیت نمبر ﴿۱۷﴾

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ

اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور بدی سے منع کرو اور جو مصیبت تجھے

پیش آئے اس پر صبر کرو، یہ معاملات میں عزم راسخ (کی علامت) ہے

نکات:

۞ ''عزم'' سے مراد کام کو انجام دینے سے پہلے ارادہ کرنا لازمی ہے۔ امور کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ کا عزم اور قطعی ارادہ ہے یہاں انسان کے ارادے اور عزم کی بات ہے جو امور کی انجام دہی کے لیے ایک لازمی امر ہے۔

۞ قرآن مجید میں ۲۸ مقامات ایسے ہیں جہاں پر نماز کا زکوۃ کے ساتھ ذکر ہوا ہے لیکن اس مقام پر نماز کے ساتھ امر بالمعروف کا ذکر ہوا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہاں مخاطب بیٹا ہے کیونکہ عموماً بیٹوں کے پاس دولت نہیں ہوتی کہ وہ نماز کے ساتھ زکوۃ بھی ادا کریں: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

۞ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ابھی مشقت اور مصیبت جس کا سامنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی کے لیے کرنا پڑے اس پر صبر کرو۔[۱]

---

۱) تفسیر مجمع البیان

پیغام:

۱۔ والدین کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز کی تاکید کریں۔ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ

۲۔ اندرونی پاکیزگی، شرک سے دوری اور روحانی تقویت کے لیے نماز سے آغاز کریں: لَا تُشْرِكْ...... اَقِمِ الصَّلٰوةَ

۳۔ امر بالمعروف اور نماز کا واجب ہونا فقط دین اسلام میں ہی نہیں۔ [قبل از اسلام لقمان نے بھی نماز کی تاکید کی ہے] (يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ)

۴۔ اپنی اولاد کو مومن اور الٰہی انسان بنانے کے لیے نماز کی تاکید کریں اور اجتماعی حوالے سے ایک ذمہ دار فرد بنانے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید کریں۔ (يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ)

۵۔ اپنی اولاد کے شعور اور آگاہی کا معیار اس قدر بلند کردیں کہ وہ معروف اور منکر کو پہچان لیں نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دے سکیں: يٰبُنَيَّ...... وَاْمُرْ...... وَانْهَ

۶۔ مبدأ (آغاز) اور معاد (انجام) پر توجہ دینے کے بعد اہم ترین عمل نماز ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ

۷۔ جو شخص بھی معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہے تو اسے لازمی طور پر لوگوں کے شدید ردِعمل اور ان کی خواہشاتِ نفسانی کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے اسے چاہیے کہ نماز کے ذریعے اپنی خود سازی کرے اور اپنے ایمان کو سیراب کرتا رہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

۸۔ اپنی اولاد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تیار کریں: وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

۹۔ امر بالمعروف ہمیشہ نہی عن المنکر سے پہلے کرنا چاہیے۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ معاشرے میں جب معروف فروغ پائے گا تو معاشرے میں بہت سے منکرات کا از خود خاتمہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ صرف حق کے راستے پر ہونا کافی نہیں بلکہ لازم ہے کہ دوسروں کو بھی راہِ حق کی دعوت دیں۔

(وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ) اسی لیے سورہ عصر میں بیان ہوا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

۱۱۔ تبلیغ دین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کے لیے استقامت اور وسعت قلبی ضروری ہے۔ (وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ) نہی عن المنکر کرتے ہوئے گناہگاروں کی جانب سے تکالیف اور پریشانیوں کا امکان ہے کہیں ان کی وجہ سے دل برداشتہ نہ ہو جاؤ۔

۱۲۔ کبھی مصیبت پر بھی صبر کرنا پڑتا ہے۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ [1] کبھی فرض انجام دیتے وقت (وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ) اور کبھی گناہوں کا مقابلہ کرتے ہوئے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے زندان میں کہا تھا: رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ اے میرے پروردگار یہ زندان میرے لیے اس گناہ سے بہتر ہے جس کی یہ مجھے دعوت دے رہے ہیں۔ یہاں تک فرمایا: اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ [2]

۱۳۔ ایک حکیم باپ اولاد پر آنے والی مشکلات کو برداشت کرتا ہے اور انہیں صبر کی تلقین کرتا ہے لیکن اپنے مکتب پر حملے اور فساد کے پھیلنے پر خاموش نہیں رہتا۔ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ

۱۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انتہائی اہم مسئلہ ہے جس کی خاطر انسان کو جو مشکل بھی پیش آئے اس پر صبر کرنا ضروری ہے۔ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اس آیت میں نماز اور امر بالمعروف کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا اس کی مناسبت سے ان دو فرائض کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

نماز کی اہمیت

☆ نماز انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک سادہ، عمیق اور انتہائی دلپذیر رابطے کا ذریعہ ہے جو تمام ادیان الٰہی میں موجود رہا ہے۔

☆ فقط نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کے بارے میں تاکید کی گئی ہے کہ نماز سے پہلے

---

[1] بقرہ/ ۱۵۵،۱۵۴

[2] یوسف/ ۹۰،۳۳

سریلی اور دلنشیں آواز والا شخص بالائے منبر یہ شعار بلند آواز سے کہے: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اذان کی آواز سے سکوت اور خاموشی کو توڑ دو۔ ایک اسلامی فکری عمل کا اعلان کر کے غافلوں کو بیدار کر دو۔

☆ نماز کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہدف کا تعارف اس طرح کروایا کہ اپنی اہلیہ اور بچے کو بے آب وگیاہ صحرا میں چھوڑنے کا مقصد اقامہ نماز ہے نہ کہ حج کے مراسم۔

☆ امام حسین علیہ السلام نے روز عاشور، ظہر کے وقت دو رکعت نماز کی ادائیگی کے لیے اپنے سینے کو دشمن کے تیروں کے لیے ڈھال بنا دیا۔

☆ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ مسجد الحرام کو نمازیوں کے لیے تیار اور پاک کریں۔ نماز کی اتنی اہمیت ہے کہ زکریا علیہ السلام، مریم سلام اللہ علیہا، ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام مسجد کے خادم تھے جہاں نماز ادا ہوتی تھی وہاں خدمت کرتے تھے۔

☆ نماز تمام اعمال کی قبولیت کی کنجی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے مقرر کردہ گورنر سے فرمایا: اپنے بہترین وقت کو نماز کے لیے وقف کرو کیونکہ تمہارے سب کام تمہاری نماز کے باعث قبول ہوں گے۔[1]

☆ نماز ذکرِ خدا ہے اور فقط ذکرِ خدا سے ہی دلوں کو آرام ملتا ہے۔

☆ نماز کا ذکر قرآن مجید کی اکثر سورتوں میں ہوا ہے۔ مثلاً سب سے بڑی سورہ بقرہ اور سب سے چھوٹی سورہ کوثر میں بھی نماز کا بیان ہے۔

☆ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد ہسپتال میں ہی اس کے ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد بھی قبرستان میں اس پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس طرح نماز انسان کی پوری زندگی میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

☆ زمینی حوادث پر جیسے زلزلہ یا طوفانی اور خوفناک آندھیاں یا آسمانی حوادث جیسے سورج و چاند

---

[1] نہج البلاغہ: نامہ ۲۷

گرہن کے موقع پر نماز آیات واجب ہو جاتی ہے حتی کہ بارش کے لیے بھی نماز پڑھی جاتی ہے۔

☆ نماز انسان کو بہت سے منکرات کی انجام دہی سے روک لیتی ہے۔[1] نماز میں تمام کمالات جلوہ گر ہوتے ہیں ہم ان کے چند ایک نمونے پیش کرتے ہیں۔

☆ مسواک کرنے سے نظافت اور پاکیزگی، وضو اور غسل سے بدن اور لباس پاک ہو جاتا ہے۔

☆ فریاد بلند کرنے کے لیے جرأت اور طاقت اذان سے سیکھیں۔

☆ اجتماعی میدان میں موجودگی کو مساجد کے اجتماع سے سیکھ لیں۔

☆ عدالت کی اہمیت کو عادل امام جماعت کے انتخاب میں دیکھیں۔

☆ کمالات اور اس کی اہمیت کو صف اول آ کھڑے ہونے والوں میں دیکھیں۔

☆ استقلال اور یک سوئی کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ قبلہ کی طرف رخ کرنے سے کر سکتے ہیں کیونکہ یہودی ایک طرف اور عیسائی دوسری طرف رخ کر کے اپنی عبادت انجام دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو مستقل ہونا چاہیے لہٰذا قرآن مجید کے فرمان کے مطابق کعبہ مسلمانوں کا مستقل قبلہ ہے تا کہ مسلمانوں کے استقلال اور سمت کی حفاظت ہو سکے۔

☆ حق الناس کی اہمیت کو نمازی کے لباس میں دیکھ سکتے ہیں کہ لباس میں ایک دھاگہ بھی غصبی (ایسی چیز جو اپنی نہ ہو) نہیں ہونا چاہیے۔

☆ سیاست کی طرف اسلام کی توجہ کو ہم یہاں دیکھ سکتے ہیں کہ روایات میں ہے جو نماز امام معصومؑ کی ولایت کے بغیر ہو وہ قبول نہیں۔

☆ نظم وضبط پر اسلام کی توجہ کو نماز جماعت کی صف بندی میں ملاحظہ کریں۔ شہداء کی اہمیت کو خاک کربلا (سجدہ گاہ) میں، اسی طرح صفائی اور پاکیزگی کو مساجد کی نظافت اور صفائی پر تاکید میں تلاش کر سکتے ہیں۔

☆ نماز میں خدا کی طرف توجہ کرنا، معاد پر توجہ کرنا مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ راستے کے انتخاب پر توجہ کرنا۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ نیک افراد کے راستے کا انتخاب کرنا۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

---

[1] عنکبوت/۴۵

عَلَيۡهِمۡ گمراہ اور مغضوب لوگوں سے پرہیز کو۔ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ میں، نبوت اور پیغمبر اکرمؐ کے اہلبیت علیہم السلام، پاک اور صالح افراد کی اہمیت کو تشہد میں دیکھ سکتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيۡنَا وَ عَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيۡنَ

☆ ظاہری خوبصورتی کو بھی ہم نماز میں دیکھ سکتے ہیں، یہ تاکید کی گئی ہے کہ بہترین لباس، عطر اور زینت سے آراستہ ہو کر نماز پڑھیں حتیٰ کہ خواتین بھی اپنی زینت کے لوازمات کے ساتھ نماز ادا کریں۔

☆ میاں بیوی پر اسلام کی توجہ کا اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان کدورت (لڑائی وغیرہ) ہو اور وہ ایک دوسرے کو تکلیف دیں اور آپس میں بدزبانی کریں تو دونوں میں سے کسی ایک کی بھی نماز قبول نہیں ہوگی۔

☆ یہ تھیں نماز کے بارے میں چند روایات جو نماز کے آثار اور نماز کی اہمیت کے بارے میں بیان کی گئیں۔ امام خمینی قدس سرہ نے فرمایا: نماز انسان سازی کا کارخانہ ہے۔

امر بہ معروف اور نہی از منکر

☆ امر بالمعروف یعنی اچھائیوں کی تاکید کرنا اور نہی عن المنکر کا معنی برائیوں سے روکنا ہے۔ ان دو امر کی انجام دہی کے لیے کسی عمر کی قید نہیں کیونکہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ

☆ امر بالمعروف اصل میں اپنے مکتب کے ساتھ عشق کرنا ہے۔ لوگوں سے محبت کی علامت ہے۔ اپنے معاشرے کی سلامتی اور آزادی بیان کی اہمیت کا احساس ہے۔ دینی غیرت کی علامت ہے۔ لوگوں سے دوستانہ روابط کا طریقہ ہے۔ فطرت بیدار کرنے کا ذریعہ ہے عمومی نظارت اور ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کا احساس دلاتا ہے۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک لوگوں کے لیے باعث تشویق، جاہلوں کے لیے آگاہی، جبکہ معاشرے میں امن وسکون خراب کرنے والوں کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔

☆ قرآن مجید نے فرمایا: تم مسلمان بہترین امت ہو کیونکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو۔[1]

☆ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک مصلحت عامہ ہے۔[2] ایک اور حدیث میں بیان ہوا ہے جو منکر کو نہیں روکتا وہ اس شخص کی مانند ہے جو کسی زخمی شخص کو سڑک کے کنارے مرنے کے لیے چھوڑ دے۔[3]

☆ حضرت داود علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو نہی از منکر نہیں کرتے۔[4]

☆ امام حسین علیہ السلام کا میدان کربلا میں آنے کا ایک مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا (اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِی اُمَّةِ جَدِّی اُرِیْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ)[5]

☆ ہم حدیث میں پڑھتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی کے باعث تمام واجبات (نماز، روزہ وغیرہ) انجام پاتے ہیں۔[6]

☆ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اگر کسی مجلس میں آیات الٰہی کی توہین ہو رہی ہو تو اس جلسے یا اجتماع میں سے احتجاجاً اٹھ کھڑے ہوں اور وہاں سے چلے آئیں یا پھر بحث کا موضوع بدل جائے۔[7]

☆ انسان کو دلی طور پر ناراحت ہونا چاہیے کہ یہ گناہ کیوں ہو رہا ہے؟ اسے زبان سے منع کریں۔ اسی طرح ہمیں چاہیے کہ طاقت اور قانون کے ذریعے گناہ روکنے کی کوشش کریں۔

☆ اگر ہم کسی کو اچھے کام کی دعوت دیتے ہیں تو ہم بھی اس کے اجر میں شریک ہیں۔ اسی طرح اگر

---

۱) آل عمران/۱۱۰

۲) نہج البلاغہ: حکمت ۲۵۲

۳) کنز العمال: ج ۳، ص ۷۰

۴) مائدہ/۷۸

۵) بحار: ج ۴۴، ص ۳۲۸

۶) کافی: ج ۵، ص ۵۵

۷) نساء/۱۴۰، انعام/۶۷

فساد و انحراف اور گناہ کے مقابلے میں خاموش ہو جائیں تو اس طرح گناہ پھیل جائے گا اور لوگوں پر فاسد اور مفسد فی الارض حاکم بن جائیں گے۔

☆ گناہ کے مقابلے میں خاموشی اختیار کرنے سے گناہ ایک معمول بن جائے گا اور گناہ گار میں جرأت پیدا ہو جائے گی۔ ہم سنگدل بن جائیں گے اور شیطان راضی ہو جائے گا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن جائے گا۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دو الٰہی فریضے ہیں مگر اس راستے میں مختلف قسم کے توہمات اور مشکلات اس طرح سے پیش آ سکتی ہیں کہ لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہمیں دوسروں کے گناہوں سے کیا غرض؟ ہم لوگوں کی آزادی کیوں سلب کریں؟ مجھے ڈر لگتا ہے یا شرم آتی ہے۔ ایک پھول سے تو بہار نہیں آ سکتی۔ عیسیٰ (زید) کا اپنا دین ہے، موسیٰ (بکر) کا اپنا، ہم ایک ہی قبر میں تو نہیں جائیں گے۔ دوسرے بہت سے لوگ ہیں، میں ہی امر بالمعروف کیوں کروں؟ یا نہی عن المنکر کیوں کروں؟ اس طرح سے تو میں اپنے دوستوں سے اور گاہکوں سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ اس طرح کی مثالیں ہمارے سر سے اس ذمہ داری کو ختم نہیں کر سکتیں۔

☆ البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی آگاہی، دلسوزی اور عاقلانہ انداز میں ہو اور حتی المقدور مخفیانہ ہو۔

☆ کبھی کبھار ہم اپنے آپ سے یہ کہتے ہیں کہ وہاں تو ہماری بات کا اثر ہی نہیں ہوتا تو اس سے فرض ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ دوسروں سے کہلوانے کی کوشش کریں۔ حتیٰ کہ کچھ عرصے کے لیے ہی سہی فساد کو روکنا چاہیے۔ اگر بار بار ایسا کرنے سے کچھ نتیجہ حاصل ہو سکتا ہو تو اس عمل کو جاری رکھنا چاہیے۔

آیت نمبر ﴿۱۸﴾

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ

اور لوگوں سے (غرور وتکبر سے) رخ نہ پھیرا کرو اور زمین پر اکڑ کر نہ چلا کرو، اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو یقیناً دوست نہیں رکھتا

نکات:

❁ ''تصعیر'' ایک ایسی بیماری ہے جو اونٹ کو لاحق ہوتی ہے اور اس کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: تکبر سے بیمار اونٹ کی طرح لوگوں کے سامنے اپنی گردن ٹیڑھی نہ کرنا۔

❁ ''مرح'' اس خوشی کو کہتے ہیں جو مال اور مقام سے حاصل ہوتی ہے۔

❁ ''مختال'' اسے کہتے ہیں جو اپنے وہم اور خیال کی بنیاد پر خود کو برتر جانتا ہے ''فخور'' زیادہ فخر کرنے والے کو کہتے ہیں۔

❁ تکبر کرنے سے لوگوں کی توہین ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ نئی کدورتوں، اندرونی اور دیرینہ دشمنیوں کو بیدار کر دیتا ہے۔ جو شخص زمین پر تکبرانہ انداز میں چلتا ہے تو زمین پر چلنے والی ہر چیز اس پر لعنت کرتی ہے۔[1]

پیغام:

۱۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اور خوشگوار انداز میں زندگی گزاریں۔ (لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ)

۲۔ تکبر ممنوع ہے، حتی کہ چلتے وقت بھی۔ (لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا)

۳۔ وہ اسباب جن سے اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ان سے حوصلہ افزائی کے طور پر

---

۱) تفسیر نور الثقلین

استفادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے کہ برائیوں اور گناہوں کو ترک کیا جائے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ

۴۔ توہمات، خیالات اور دوسروں سے برتر رہنے کی کوششوں میں گرفتار نہ ہوں (مُخْتَالٍ)

۵۔ لوگوں میں خود پر فخر و تکبر کا اظہار نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

تواضع

اس آیت میں لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ زمین پر متکبرانہ انداز میں مت چلنا۔ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اور سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کے نیک سیرت بندوں کی پہلی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فروتنی سے (دبے پاوں) چلتے ہیں۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا[1]

نماز کے اسرار میں سے ایک یہ ہے کہ انسان سجدہ میں اپنی پیشانی (شب و روز تقریباً ۳۴ مرتبہ سترہ واجب رکعات میں) خاک آلود کرتا ہے یہ غرور اور تکبر سے دوری اور اللہ تعالیٰ کے حضور انکساری ہے۔

اگرچہ سب انسانوں کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا چاہیے لیکن والدین، اساتذہ اور مومنین کے لیے لازمی ہے۔ مومنین کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا باایمان ہونے کی دلیل ہے۔ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ[2]

اس کے برخلاف غرور و تکبر کے شکار لوگ انبیاء سے یہ تقاضا کرتے تھے کہ فقراء کو خود سے دور رکھیں تو وہ فرمایا کرتے تھے ہم انہیں ہرگز خود سے دور نہیں کریں گے۔ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا[3]

یہ انسان ایک ضعیف اور ناتواں وجود کا مالک ہے جو خاک اور نطفے سے پیدا ہوا اور آئندہ مردار سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا تو پھر تکبر کیوں کرتا ہے؟

---

۱) فرقان/ ۶۳

۲) مائدہ/ ۵۴

۳) ھود/ ۲۹

- کیا اس انسان کا محدود علم فراموش ہونے والا نہیں؟
- کیا اس انسان کی خوبصورتی، قدرت، شہرت اور ثروت زوال پذیر نہیں؟
- کیا اس انسان نے بیماری، غربت اور موت کو معاشرے میں نہیں دیکھا؟
- کیا اس انسان کی طاقت وتوانائی ختم ہونے والی نہیں ہے؟

تو پھر یہ انسان کس لیے تکبر کرتا ہے؟

قرآن مجید نے فرمایا: زمین پر متکبرانہ انداز میں نہ چلا کرو کیونکہ تمہارے چلنے سے زمین میں سوراخ نہیں ہو جائیں گے۔ گردن اکڑا کر نہ چلا کرو کیونکہ تم پہاڑوں سے بلند نہیں ہو جاؤ گے۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا [۱]

اولیاءِ الٰہی کی تواضع کے چند نمونے

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انداز سے بیٹھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ اس دوران مجلس میں آنے والے لوگ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان نہیں سکتے تھے تو وہ پوچھتے کہ تم میں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ (أیّکم رسول الله) [۲]

۲۔ دوران سفر سب نے کھانا تیار کرنے کی غرض سے اپنے ذمہ کام لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ [۳]

۳۔ جیسے ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ چند لوگوں کے بیٹھنے کے لیے دری نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبا پیش کر دی تاکہ وہ اس پر بیٹھ سکیں۔ [۴]

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سادہ لباس پہنتے تھے، خچر پر بغیر زین کے سواری کرتے، دودھ دھوتے،

---

۱) بنی اسرائیل/ ۳۸

۲) بحار: ج ۷۴، ص ۷۴

۳) بحار: ج ۷۴، سیرت پیغمبر

۴) بحار: ج ۱۶، ص ۲۳۵

غلاموں کے ساتھ بیٹھتے، بچوں کو سلام کرتے، اپنے جوتے اور لباس کی خود مرمت کرتے، لوگوں کی دعوت قبول کرتے، گھر کی صفائی کرتے، تمام افراد سے ہاتھ سے ملاتے تھے۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا حصہ ہیں۔[1]

۵۔ کچھ افراد یہ چاہتے تھے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے احترام کی غرض سے حمام خالی کردیں مگر آپ علیہ السلام نے اجازت نہ دی اور فرمایا: لاحاجة لی فی ذلك المؤمن اخف من ذلك[2] ان چیزوں کی ضرورت نہیں مومن کی زندگی سادہ اور ایسے تکلفات سے پاک ہونی چاہیے۔

۶۔ امام علی رضا علیہ السلام سے بہت اصرار کیا گیا کہ ان کا دستر خوان غلاموں سے جدا کردیا جائے مگر آپ علیہ السلام راضی نہ ہوئے۔[3]

۷۔ ایک شخص امام علی رضا علیہ السلام کو حمام میں پہچان نہ سکا اور ان سے کہنے لگا کہ میرے جسم پر سے میل اتارنے میں مدد کریں۔ حضرت نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کی درخواست پر وقار طریقے سے قبول کرلی۔ جیسے ہی اسے پتا چلا، تو وہ معذرت کرنے لگا مگر آپ علیہ السلام نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔[4]

تواضع کی علامات یہ ہیں کہ دوسروں کی تجاویز کو قبول کرنا، تنقید کے لیے تیار رہنا اور حیثیت سے کمتر مقام پر بیٹھ جانا۔

ادارہ التنزیل پاکستان

---

[1] بحار: ج ۱۶، ص ۱۵۵، بحار: ج ۷۳، ص ۲۰۸

[2] بحار: ج ۷۴، ص ۷۴

[3] کودک: فلسفی، ج ۲، ص ۴۵۷

[4] بحار: ج ۴۹، ص ۹۹

آیت نمبر ﴿۱۹﴾

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ

اور اپنی چال میں اعتدال رکھو اور اپنی آواز نیچی رکھ، یقیناً آوازوں میں سب سے بری گدھے کی آواز ہوتی ہے

نکات:

- امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تیزی سے راہ چلنا مومن کی اہمیت کو کم کر دیتا ہے۔[۱]
- حدیث میں بیان ہوا ہے کہ لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے وقت اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے آواز بلند کرنا قابل اعتراض نہیں۔[۲]
- لقمان کی اپنی نصیحتوں میں سے ۹ امر بالمعروف، ۳ نہی عن المنکر اور ۷ دلائل ہیں جو اوامر و نواہی سے متعلق ہیں۔

۹ اوامر یہ ہیں:

۱۔ والدین سے نیکی کرنا۔ ۲۔ اللہ تعالی اور والدین کا شکر ادا کرنا۔ ۳۔ والدین سے احترام کے ساتھ بات کرنا۔ ۴۔ مومنین اور تائبین (توبہ کرنے والوں) کی پیروی کرنا۔ ۵۔ نماز ادا کرنا۔ ۶۔ امر بالمعروف کرنا۔ ۷۔ نہی عن المنکر کرنا۔ ۸۔ حد اعتدال پر چلنا۔ ۹۔ گفتگو کرتے ہوئے اپنی آواز بلند نہ کرنا۔

تین نہی یہ ہیں: ۱۔ نہی از شرک۔ ۲۔ لوگوں سے دور نہ ہونا۔ ۳۔ متکبرانہ انداز میں نہ چلنا۔

سات دلائل:

۱۔ کیونکہ شکر گزاری خود انسان کے فائدے میں ہے اس لیے شکر گزار بنیں۔ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا

---

۱) تفسیر نور الثقلین: اسی آیت کے ذیل میں

۲) تفسیر نور الثقلین: اسی آیت کے ذیل میں

يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ

۲۔ چونکہ شرک ظلم عظیم ہے اس لیے شرک نہ کریں۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

۳۔ چونکہ ہم سب کو خدا کی طرف پلٹنا ہے لہٰذا جواب دینے کے لیے تیار رہیں اور والدین کا احترام کریں۔ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۔اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

۴۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ ہے اس لیے اپنے اعمال میں محتاط رہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ

۵۔ چونکہ مشکلات میں صبر کرنا انتہائی اہم ہے اس لیے صبر کریں۔ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

۶۔ چونکہ اللہ تعالیٰ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا اس لیے تکبر نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

۷۔ چونکہ بلند آواز گدھے کی ہوتی ہے اس لیے بلند آواز سے بات نہ کریں۔ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ

پیغام:

۱۔ اسلام ایک ایسا مکمل دین ہے جس میں چلنے کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ

۲۔ آئین الٰہی میں عقائد اور اخلاق ایک دوسرے کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ...... وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ

۳۔ میانہ روی، افراط و تفریط سے دوری، متانت سے چلنا، ان سب کی قرآن مجید نے تاکید فرمائی ہے۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ

۴۔ میانہ روی فقط چلتے وقت نہیں بلکہ ہر کام میں میانہ روی کو برقرار رکھا جائے۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ

۵۔ بلند آواز میں بات نہ کریں۔ بے ہودہ طریقے سے فریاد نہ کریں۔ اپنی بات نرمی اور آرام سے بیان کریں۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

۶۔ بلند آواز سے پکارنا، آواز دینا ایک ناپسندیدہ امر ہے۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ

آیت نمبر ﴿۲۰﴾

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتٰبٍ مُنِيرٍ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل کردی ہیں اور (اس کے باوجود) کچھ لوگ اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ علم ہے اور نہ ہدایت اور نہ کوئی روشن کتاب

نکات:

❁ ''اسباغ'' کا معنی پھیلانا یا وسعت دینا ہے۔

❁ اس آیت میں دو نعمتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اولاً ظاہری نعمتیں جیسے سلامتی، رزق و روزی، خوبصورتی اور ثانیاً باطنی نعمتیں جیسے ایمان، معرفت، اطمینان، حسن اخلاق، غیبی امداد، علم، فطرت، ولایت وغیرہ۔

❁ شاید یہ کہہ سکیں کہ اس آیت میں علم سے مراد عقلی استدلال ہے اور ہدایت سے مراد فطری ہدایت ہے۔ کتاب سے مراد وحی الٰہی ہے۔ بہت سے لوگ عقل و فطرت اور وحی کی پروا کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بات کرتے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے بے اعتنائی برتنا اور زندگی پر ان کی اچھی کارکردگی کو اہمیت نہ دینا قابل سزا اور ناقابل معافی جرم ہے۔ أَلَمْ تَرَوْا

شیخ سعدی کہتا ہے:

این همه نقش عجب بر در و دیوار وجود
هر که فکرت نکند نقش بود بر دیوار

ترجمہ: یہ جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز تخلیقات نظر آتی ہیں جو ان پر غور وفکر نہ کرے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

۲۔ یہ تمام مخلوقات ایک مقصد کے تحت انسان کی خاطر ہیں تا کہ وہ ان سے بہرہ مند ہو سکے۔ (سَخَّرَ لَكُمْ)

۳۔ انسان اس چیز پر قادر ہے کہ جو کچھ زمین یا آسمان میں ہے اسے اپنے لیے تسخیر کرلے۔ (سَخَّرَ لَكُمْ)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں وسیع اور فراواں ہیں (اسبغ) اس کے علاوہ ہر ایک کی دسترس میں ہیں (عَلَيْكُمْ) اور کئی طرح (متنوع) کی ہیں۔ (ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی باطنی نعمتوں سے غافل نہ رہیں بلکہ ان پر توجہ رکھیں۔ الَمْ تَرَوْ...... بَاطِنَةً

۶۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وسعت اور فراوانی کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ سے بحث ومباحثہ کرتا ہے جو کفران نعمت ہے۔ (اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ...... يُجَادِلُ فِي اللهِ)

۷۔ منطقی انداز میں گفتگو کرنا ایک احسن طریقہ ہے۔ [1] وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ لیکن ایسی گفتگو یا بحث جو علمی نہ ہو، ہدایت الٰہی سے خالی ہو اور کتاب خدا کی مخالفت میں ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ [2] يُجَادِلُ فِي اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ

۸۔ الٰہی تصور کائنات میں عقل، فطرت اور وحی ہی معتبر (قابل اعتبار) ذرائع ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور ذریعے کی کوئی اہمیت نہیں۔ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ

---

[1] نحل / ۱۲۵

[2] ملاصدرا نے اپنی کتاب اسفار میں یہ کہا: تباً لفلسفة تخالف الکتاب والسنّة نیست ونابود ہو ایسا فلسفہ جو کتاب وسنت کی مخالفت کرے۔

آیت نمبر ﴿۲۱﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے: جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں: ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، خواہ شیطان ان (کے بڑوں) کو بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو

نکات:

❁ کلمہ "قیل" کفار کے شدید تعصب کی علامت ہے یعنی حق بات کوئی بھی بیان کرے یہ لوگ اس کی مخالفت کریں گے اسے قبول نہیں کریں گے۔ کہنے والے سے کوئی مطلب ہی نہیں رکھیں گے۔ قِيْلَ لَهُمُ

پیغام:

۱۔ ناروا مخالفت کرنا اور تعصب برتنا گذشتہ افراد کے باطل افکار کی ایک علامت ہے: يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ...... قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

۲۔ وحی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، اس کی پیروی کرنا لازمی ہے: اِتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

۳۔ منحرف ہونے والوں کو دعوت دیں تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے: قِيْلَ لَهُمُ

۴۔ انسان کے لیے دو راستے ہیں:

الف: اللہ تعالیٰ کا راستہ: مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

ب: شیطان کا راستہ: الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

۵۔ گذشتہ نسل کے عقائد آنیوالی نسلوں پر اثرات چھوڑتے ہیں: وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

۶۔ اندھی تقلید کرنا اور بے جا تعصب برتنا ممنوع ہے: وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ...... اَوَلَوْ كَانَ

ناروا تعصب، حق قبول کرنے، رشد و ترقی اور فکر کرنے کے درمیان رکاوٹ ہے۔

۷۔ صحیح راستے کے انتخاب کے لیے تاریخ، ماحول اور معاشرہ انتہائی موثر ہیں۔ (انسان کو علم کی روشنی میں عقل اور وحی کے نور سے مدد لیتے ہوئے اپنی زندگی کا سفر کرنا چاہیے تا کہ زندگی کے کسی موڑ پر کوئی انحراف دیکھے تو اس سے پرہیز کر سکے) وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا حقیقت میں انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم، عقل اور وحی کی روشنی میں گزارے تا کہ زندگی کے کسی مرحلے میں معاشرے یا تاریخ میں اسے کہیں انحراف نظر آئے تو اس سے پرہیز کر سکے۔

۸۔ حق و حقیقت کی منطق اصلی طریقہ ہے نہ کہ ملت پرستی اور بزرگوں کے عقائد اور طور طریقے: اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ......

۹۔ وحی کے علاوہ ہر راستہ، دوزخ کا راستہ ہے: يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

۱۰۔ بزرگوں کے غلط افکار کی پیروی کا انجام دوزخ ہے: عَذَابِ السَّعِيْرِ

آیت نمبر (۲۲)

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا اور سب امور کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے

نکات:

۞ قرآن مجید میں ایک سو چالیس مرتبہ "یسلم" کی طرح کے کلمات آئے ہیں سلام، اسلام اور مسلم اسی سے ہیں۔

۞ اس سے ماقبل آیت میں ہم پڑھ چکے ہیں ایک گروہ اپنے منحرف آباؤ اجداد سے عقیدت رکھتا اور ان کی ہی پیروی کرتا تھا۔ اس آیت میں ہم پڑھتے ہیں کہ نیک سیرت اور پارسا لوگ اللہ تعالی

سے لو لگاتے ہیں اور اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اس سے ماقبل آیت میں شیطان کی دعوت اور لوگوں کو دوزخ کی طرف بلانے کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ یہ آیت خدا کے سامنے تسلیم ہونے کو شیطانی وسوسوں سے نجات کا باعث جانتی ہے اور انسان نیک کام انجام دینے لگتا ہے۔

❁ غیر خدا کے سامنے تسلیم ہونا، دراصل بندگی، غلامی اور اسیر ہونا ہے۔ خدا کے سامنے تسلیم ہونا آزادی اور رشد و ترقی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے فرمایا: فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا[1] جب ساری کائنات خدا کے سامنے تسلیم ہے تو پھر ہم کیوں تسلیم نہ ہوں؟ قرآن مجید نے فرمایا: اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ[2] کیا غیر خدا کی تلاش میں ہو؟ جبکہ آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اس کے سامنے تسلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تسلیم ہونے کا حکم دیا ہے: (فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا)[3] نیز پیغمبر بھی اس کی بارگاہ میں تسلیم ہوں (اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ)[4] اس آیت میں بھی فرمایا: (وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى) جو بھی نیک نیتی و خلوص کے ساتھ الٰہی راستے پر آئے گا تو گویا اس نے مضبوط رسی پکڑ لی ہو۔ ایک اور آیت میں فرمایا: مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ[5] جو نیک نیتی اور پرخلوص طریقے سے تسلیم خدا ہو جائے تو اس کا اجر ضمانت شدہ ہے۔ (مِمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ)[6] تو اس سے بہتر کون ہوگا جو تسلیم خدا ہو گیا؟

❁ انسان اپنی نجات اور کامیابی کے لیے متعدد ذرائع اور پناہ گاہیں تلاش کرتا ہے۔ مختلف

---

١) جن/ ١٤

٢) آل عمران/ ٨٣

٣) حج/ ٣٤

٤) انعام/ ١٤

٥) بقرہ/ ١١٢

٦) نساء/ ١٢٥

رسیوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے مثلاً دولت، طاقت، مقام، خاندان، دوست، نسب وغیرہ، یہ رسیاں آخر ایک دن ٹوٹ جائیں گی، جو رسی باقی اور پائیدار رہے گی وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے یعنی اس کے سامنے تسلیم ہونا ہے اور صالح اعمال بجالانا ہے۔

۞ روایات میں بیان ہوا ہے کہ معصوم رہبر اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت علیہم السلام اور ان سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی اور عروۃ الوثقیٰ ہے۔ (نَحْنُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى)[1] (اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى المودة لآل محمد)[2]

پیغام:

۱۔ تسلیم خدا ہونا یعنی احکام الٰہی کی پابندی کرنا۔ (يُسْلِمْ ...... وَهُوَ مُحْسِنٌ)

۲۔ فقط نیک ہونا کافی نہیں (بلکہ) ہر عمل میں اخلاص کا ہونا لازمی ہے۔ (يُسْلِمْ وَجْهَهٗ ...... وَهُوَ مُحْسِنٌ)

۳۔ معنویات بیان کرنے کے لیے محسوس اور سادی تمثیل اور تشبیہ کو بیان کیا جائے (خالصانہ عمل کو مضبوط رسی سے تشبیہ دی گئی ہے۔) (عُرْوَةُ الْوُثْقٰى)

۴۔ معاد، قیامت پر توجہ اور آئندہ کی فکر کرتے ہوئے اپنے راستے کا انتخاب کریں۔ (وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ)

۵۔ تمام مخلوق ایک مقصد اور ہدف کی طرف رواں دواں ہے (وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ)

---

[1] بحار: ج ۲۶، ص ۲۶۰

[2] بحار: ج ۲۴، ص ۸۵

آیت نمبر ۲۳ و ۲۴

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

اور جو کفر کرتا ہے اس کا کفر آپ کو محزون نہ کرے، انہیں پلٹ کر ہماری طرف آنا ہے پھر ہم انہیں بتائیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں یقیناً اللہ ہر وہ بات خوب جانتا ہے جو سینوں میں ہے

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ

ہم انہیں (دنیا میں) تھوڑا مزہ لینے کا موقع دیں گے پھر انہیں مجبور کر کے شدید عذاب کی طرف لے آئیں گے

نکات:

❁ آیت نمبر ۲۳ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منع کیا گیا ہے کہ کفار کے بارے میں غمگین نہ ہوں اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں:

الف: وہ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی خاطر غمزدہ ہوں۔

ب: ان کے بارے میں فکر و غم کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے کاموں کی انجام دہی سے نہ روک دے۔

ج: ان کا کفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

د: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ اور وعظ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اس لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

ھ: کفار ہماری ہی طرف پلٹیں گے۔ ان کے پاس فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں اس لیے آپؐ کو غمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

❁ ''إِلَيْنَا'' کا ''مَرْجِعُهُمْ'' پر مقدم ہونے سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ جس سے رجوع کیا جائے وہ فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کلمۂ 'مَرْجِعُ' سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ مبدأ بھی وہی ہے

یعنی اس کی طرف رجوع کرنا جس سے آغاز ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہ جملہ اسمیہ ہے جو یہ بتاتا ہے کہ معاد حتمی اور قطعی ہے۔

پیغام:

۱۔ نیک اور بد افراد کے درمیان مقابلہ کرنا دراصل پہچان اور انتخاب کا ایک طریقہ ہے (وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ ...... وَمَنْ كَفَرَ)

متاع کفر و دین بی مشتری نیست

گروهی این، گروهی آن پسندید

ترجمہ: دین اور کفر کے چاہنے والے موجود ہیں۔ ایک گروہ دین پسند کرتا ہے اور دوسرا کفر کو۔

۲۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے ہمدرد تھے یہاں تک کہ جو لوگ انحراف اور کفر کا شکار تھے ان کے بارے میں بھی رنجیدہ خاطر تھے۔ (فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ)

۳۔ انبیاء، اللہ تعالیٰ کی ہمدردی اور تسلی کے نیاز مند ہوتے ہیں۔ (فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ)

۴۔ لوگوں کا کفران کی اپنی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ)

۵۔ کفار خوش نہ ہوں کیونکہ ان کا انجام خطرناک ہے۔ (إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ)

۶۔ انسان کا آغاز اور انجام صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہے۔ (إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ)

۷۔ دوسروں کے انحرافی منصوبوں سے محفوظ رہنے کے لیے اور وسعت قلبی کی خاطر مومنین کو دو چیزوں پر توجہ رکھنی ہوگی: علم خداوندی اور روز محشر (فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ...... عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ) ہم جان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ ہے اور سب کی بازگشت بھی اسی کی جانب ہے تو پھر ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

۸۔ قیامت میں انسان اپنے اعمال کے ساتھ پیش ہوگا۔ (فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا)

۹۔ روز قیامت کی رسوائی پر توجہ انسان کو کفر پر قائم رہنے اور ہٹ دھرمی سے بچا سکتی ہے۔ (فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا)

۱۰۔ دنیاوی نعمتیں ہمیں فریب نہ دیں کیونکہ اخروی نعمتوں کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں۔ (نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا)

۱۱۔ کاموں کی اہمیت کا پتہ ان کی عاقبت کے محاسبے پر توجہ کرنے سے چل سکتا ہے۔(نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ)

۱۲۔ آج کفار کا کفر انتخابی [خود اختیاری] ہے۔ (وَمَنْ كَفَرَ) لیکن کل دوزخ میں ان کا جانا اجباری [لازمی] ہوگا۔(ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ)

۱۳۔ مادی وسائل کی فراوانی سعادت اور کامیابی کی علامت نہیں۔ (نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ)

آیت نمبر ۲۵

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں: آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے: اللہ نے، [الحمد للہ] بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے

نکات:

قرآن مجید میں اس طرح کی اور بھی تعبیریں ملتی ہیں۔ سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۱، ۶۳ سورہ زمر کی آیت نمبر ۳۸ اور سورہ زخرف کی آیت نمبر ۹ ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ مشرکین اللہ تعالی کے خالق ہونے کے منکر نہیں تھے۔ انحراف یہاں سے ہوا جب انہوں نے عبادت کے لیے بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیا اور انہیں اپنا شفیع بنا لیا۔ (مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ)[1] جب کہ انہیں

[1] زمر/ ۳

(بتوں کو) لکڑی اور پتھر سے بنایا گیا تھا۔

❁ امام باقر علیہ السلام نے اس آیت کے ذیل میں بتایا کہ مشرکین فطری طور پر توحید پرست تھے۔[۱]

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا مشرکین پر پوشیدہ نہیں۔ (لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ)

۲۔ مشرکین اپنے کفر کا ضمناً اقرار کرتے ہیں۔ (لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ ...... لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ)

۳۔ سب مخلوق اسی کی خلق کردہ ہے پس تعریف بھی اسی کی کریں۔ (قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کا زبان سے بھی اقرار کریں۔ (قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ)

۵۔ مشرکین کا انحراف عام طور پر ان کی جہالت کے باعث ہوتا ہے۔ (بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ)

آیت نمبر ﴿۲۶﴾

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی ملکیت ہے، وہ اللہ یقیناً بے نیاز، لائق ستائش ہے

پیغام:

۱۔ فقط اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک اور خالق ہے۔ (لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ) اور فقط اسی کی ذات بے نیاز ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔ (إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ)

۲۔ ماقبل آیت میں حمد و ستائش کی تاکید اس لیے نہیں کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔ (قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ)

---

[۱] تفسیر نور الثقلین: اسی آیت کے ذیل میں اور توحید صدوق: ص ۳۳۰

آیت نمبر ﴿۲۷﴾

وَلَوْ اَنَّمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر کے ساتھ مزید سات سمندر مل (کر سیاہی بن) جائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے، یقیناً اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے

نکات:

❁ سورہ کہف کی آیت نمبر ۱۰۹ میں ہم پڑھتے ہیں: (قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا) کہہ دو! اگر دریا سیاہی بن جائیں تو دریا ختم ہو جائیں گے قبل ازیں کہ کلمات الٰہی تمام ہوں چاہے اس کی مدد کے لیے اس طرح کے اور بھی سمندر ہوں۔

❁ ''سَبْعَةُ اَبْحُرٍ'' سات سمندر، شاید کثرت کے لیے ہو اور اس کے لیے کوئی مخصوص عدد نہ ہو یعنی اگر سب سمندر سیاہی بن جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تحریر میں نہ لا سکیں گے۔

پیغام:

۱۔ انبیاء کا مکتب انسان کو سادہ اندیشی اور محدودیت سے نکال کر لامحدود ہستی کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ (وَلَوْ اَنَّمَا ...... مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ)

۲۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو شمار نہیں کیا جا سکتا (مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ)

کلمۃ اللہ کیا ہے؟

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں (قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ ......)[1]

[1] کہف/۱۰۹

۲۔سنن الٰہی (وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ)[۱] اور (وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ)[۲]

۳۔اللہ تعالیٰ کی خاص مخلوقات (اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ)[۳]

۴۔ایسے حوادث جن سے انسان کی آزمائش کی جاتی ہے۔(وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ)[۴]

۵۔آیات الٰہی، حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ (وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا)[۵]

۶۔باطل پر حق کی کامیابی کے اسباب۔وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ[۶] اور وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ (۱۶۴)[۷]

تمام گذشتہ مطالب سے یہ حاصل ہوا کہ ''کلمہ'' سے فقط 'لفظ' مراد نہیں بلکہ اس سے مراد سنن مخلوقات، ارادہ اور لطف الٰہی ہے جو اس کی مخلوقات میں جلوہ گر ہیں۔

اس بنا پر اگر تمام درخت قلم بن جائیں سارے دریاؤں کا پانی سیاہی بن جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات نہیں لکھے جاسکتے یعنی وہ لطف الٰہی اور سنن الٰہی جو پوری تاریخ سے لے کر اب تک موجود ہیں تحریر کریں تو وہ ایسا نہ کرسکیں گے۔واللہ العالم

❁ ایک روایت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ہم کلمات الٰہی کے مصداق ہیں کیونکہ ہمارے فضائل بے شمار اور ناقابل ادراک ہیں۔[۸]

یہی حقیقت ہے کیونکہ اولیاء خدا ذات مقدس کی طرف واسطہ فیض ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی

---

۱) صافات/۱۷۱،۱۷۲
۲) شوریٰ/۲۱
۳) نساء/۱۷۱
۴) بقرہ/۱۲۴
۵) تحریم/۱۲
۶) انفال/۷
۷) شوریٰ/۲۴
۸) تفسیر نور الثقلین: اسی آیت کے ذیل میں

برکات وفیوضات کا یہ وسیلہ ہیں۔) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے والا ہر لطف وکمال ان ہستیوں کے ذریعے دوسروں تک پہنچتا ہے۔

آیت نمبر ﴿۲۸﴾

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ

اللہ کے لیے تم سب کا پیدا کرنا پھر دوبارہ اٹھانا ایک جان (کے پیدا کرنے اور پھر اٹھانے) کی طرح ہے، یقیناً اللہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے

نکات:

❁ معاد میں شک وتردید کی بنیاد کیسے فراہم ہوتی ہے؟ کبھی تو وقت کے بارے میں سوچتے ہیں کہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا وقت گزر چکا ہے؟ اتنے عرصے بعد یہ کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے؟ کبھی خود مُردوں کے حوالے سے یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ کس طرح یہ بوسیدہ اور بکھری ہوئی ہڈیاں آپس میں جڑ جائیں گی؟ کبھی طریقے، کردار اور افکار کی آگاہی پر بات کرتے ہیں کہ دوبارہ خلق کرنے کے بعد اور پھر مردوں اور اتنے انسانوں سے کیسے حساب لیا جائے گا؟ یہ آیت ایک جملے کے ذریعے ان شبہات کا ازالہ کردیتی ہے کہ سب افراد کو زندہ کرنا ایک انسان کو خلق کرنے کے برابر ہے، وقت کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ وہ تمہاری مناجات سنتا ہے۔ وہ تمہیں دیکھتا ہے۔ تمہارے طریقے اور کردار کو جانتا ہے وہ سب سے حساب بھی لے گا۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم پر کمیت، جمعیت، زمان ومکان، آشکار و پوشیدہ (کسی صورت میں) اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ

آیت نمبر ﴿۲۹﴾

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

كُلٌّ يَجْرِي إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے

سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے؟ سب ایک مقررہ وقت تک چل رہے ہیں اور بتحقیق اللہ

تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے

نکات:

❁ شب و روز کا بتدریج ہونا ان مخلوقات کے لیے انتہائی اہم ہے جنہیں تاریکی اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔

❁ اس آیت میں شب و روز کی تبدیلی، سورج اور چاند کی اللہ تعالی کے وسیلے سے تسخیر کی بات ہو رہی ہے اس کے بعد ان کی معین شدہ حرکت کی بات کی گئی ہے اور آیت کے آخر میں بیان ہوا ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالی اس سے آگاہ ہے یعنی اس کائنات میں طرح طرح کی تبدیلیوں اور نظام کائنات کا ہدف انسان کامل ہے اس لیے ہمیں وہی کرنا چاہیے جس میں خدا کی رضا شامل ہو۔

ابروباد ومه خورشید و فلک درکارند

تا تو نانی به کف اری و به غفلت نخوری

همه از بهر تو سرگذشته و فرمان بردار

شرط انصاف نباشد که تو فرمان نبری

ترجمہ: بادل، ہوا، چاند، سورج اور آسمان اپنا کام کر رہے ہیں۔ تاکہ تم غذا حاصل کر سکو لیکن غفلت کا شکار نہ ہو جانا۔ سب تجھ سے بہتر فرمانبردار اور پابند ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تو فرمانبردار نہیں ہے؟

❁ قرآن مجید میں بیشتر خطاب جو فقط پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے گئے ہیں وہ فقط ان کے لیے نہیں بلکہ سب لوگوں کے لیے ہیں مثلا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا: اگر والدین میں کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی حد تک پہنچ جائیں تو انہیں اف تک بھی نہ کہنا اور ان سے رنجیدہ نہ ہونا۔[1] جبکہ ہم جانتے ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں ہی والد اور والدہ دونوں سے محروم ہو چکے تھے نہ کہ بوڑھے تھے۔ اس آیت میں بھی اگرچہ خطاب (اَلَمۡ تَرَ) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن آیت کے آخر میں فرمایا: اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ یہ آیت اس بات کی علامت ہے کہ اس میں سب لوگ شامل ہیں۔

پیغام:

۱۔ دن اور رات میں کمی بیشی کوئی حادثاتی امر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالی کا کام اور منصوبہ ہے۔ (یولج......)

۲۔ سورج بھی حرکت کرتا ہے۔ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ

۳۔ اجرام فلکی کی حرکات وقت کی پابند ہیں۔ کُلٌّ یَّجۡرِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی

۴۔ شب وروز کی تبدیلی نیز سورج اور چاند کی تسخیر اس لیے ہے کہ انسان اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ اس لیے انسان کے اعمال بھی با مقصد اور مفید ہونے چاہئیں۔

آیت نمبر ۳۰

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

یہ اس لیے کہ اللہ (کی ذات) ہی برحق ہے اور اس کے سوا جنہیں وہ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور اللہ ہی برتر و بزرگ ہے

نکات:

❁ آیت نمبر ۲۴ سے لے کر آیت نمبر ۳۰ تک اللہ تعالی کی دس صفات بیان کی گئی ہیں۔

[1] بنی اسرائیل/ ۲۳

غَنِیٌّ، حَمِیۡدٌ، عَزِیۡزٌ، حَکِیۡمٌ، سَمِیۡعٌ، بَصِیۡرٌ، خَبِیۡرٌ، حق، عَلِیّ، کَبِیۡرٌ اور ہر آیت میں ایک نکتے کی طرف اشارہ ہوا ہے مثلاً: آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا ذکر ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ..... آیت نمبر ۲۷ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ مَا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ آیت نمبر ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کی مبدأ و معاد پر قدرت مطلقہ کا بیان ہے۔ مَا خَلۡقُکُمۡ وَ لَا بَعۡثُکُمۡ

۞ فقط اللہ تعالیٰ اور جو اس کی طرف سے ہے یا جو اس سے وابستہ ہے حق ہے۔ جو اس کا غیر ہے یا اس کے غیر سے وابستہ ہے وہ باطل اور ناپائیدار ہے۔

پیغام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی خالقیت میں تمام صفات اور افعال اس کے ثابت اور پائیدار ہونے کی وجہ سے ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ

۲۔ حق اور باطل انتخاب کا معیار ہے نہ کہ تقلید، تبلیغ، لالچ اور رعب و دبدبے کا۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِ الۡبَاطِلُ

۳۔ حقیقت بیان کرتے وقت واضح اور دوٹوک بات کی جائے۔ (اس آیت میں تین مرتبہ کلمہ "أن" تاکید کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ادارہ تنزیل پاکستان

آیت نمبر ۳۱

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡکَ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمۡ مِّنۡ اٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کشتی سمندر میں اللہ کی نعمت سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے، تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لیے یقیناً اس میں نشانیاں ہیں

نکات:

۞ دریا میں کشتی کی حرکت اللہ تعالیٰ کی مجموعی نعمتوں کا نتیجہ ہے مثلاً: ہوا کا چلنا، مخصوص وزن اور

پانی کے دباؤ کے قوانین، جس کے باعث تیرنے والے اجسام اس میں تیر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دریائی سفر ایک طبیعی اور سستا ترین بلکہ مفت ذریعہ ہے جو مختلف علاقوں کو آپس میں جوڑنے کا باعث ہے۔ اتنی صنعتی ترقی کرنے کے باوجود آج بھی بیشتر سامان کی نقل و حمل کشتیوں کے ذریعے ہوتی ہے۔

❁ قرآن مجید میں صبر اور شکر متعدد مرتبہ ایک جگہ اور ایک ساتھ نقل ہوئے ہیں۔ شاید اس کا راز یہ ہو کہ ایسے مسائل جو انسان کو پیش آتے ہیں یا اس کی مرضی کے مطابق ہیں تو یہ شکر کا مقام ہے اگر انسان کی مرضی کے خلاف ہیں تو یہ مقام صبر ہے۔ اس لیے انسان کو ہمیشہ یا صبر کی حالت میں ہونا چاہیے یا شکر کی حالت میں۔ وگرنہ وہ کفرانِ نعمت کرنے والا غافل شخص شمار ہوگا۔

پیغام:

۱۔ آسمانی آیات (نشانیوں) کے علاوہ زمینی آیات پر بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ماقبل آیات میں آسمان، چاند اور سورج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس آیت میں زمین، دریا اور کشتی کا ذکر ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ......

۲۔ دعوت دیتے اور تبلیغ کرتے وقت نعمتوں کو بیان کیا جائے۔ ایسے طبیعی مسائل بیان کیے جائیں جو انسان کی دسترس میں ہوں اور وہ ان سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ......

۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سادہ اور معمولی نہ سمجھیں۔ اَلَمْ تَرَ یہ نعمات آیات الٰہی ہیں۔ لِيُرِيَكُمْ

۴۔ پانی میں کشتی کی حرکت اللہ تعالیٰ کی راز و رموز سے بھرپور نعمت ہے۔ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ

۵۔ اگر ہم خدا کی قدرت نمائی کی نشانیوں کو زیادہ سمجھنا چاہتے ہیں تب ہمیں حوصلہ رکھنا ہوگا۔ (''صَبَّار'' یعنی زیادہ صبر کرنے والا) اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جو نعمتیں بھی عطا ہوں ان سے بہتر طریقے سے استفادہ کریں اور ہمیشہ شکر گزار رہیں۔ (''شَكُوْر'' یعنی زیادہ شکر)

آیت نمبر ﴿۳۲﴾

وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ

اور جب ان پر (سمندر کی) موج سائبان کی طرح چھا جاتی ہے تو وہ عقیدے کو اسی کے لیے خالص کر کے اللہ کو پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کچھ اعتدال پر قائم رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا وہی انکار کرتا ہے جو بدعہد ناشکرا ہے

نکات:

❁ "ظُلَل" "ظلة" کی جمع ہے ایسے ابر کو کہتے ہیں جو سایہ دار ہو۔ غالباً وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں موضوع نامناسب ہو۔ مُقْتَصِد امور میں اعتدال اور عہد و پیمان سے وفاداری کرنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

❁ کلمہ "ختّار" صیغہ مبالغہ ہے بہت زیادہ عہد و پیمان توڑنے کا معنی دیتا ہے کیونکہ مشرکین اور گناہ گار بارہا اپنی مشکلات کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف آتے اور عہد و پیمان کرتے ہیں لیکن مشکلات اور حوادث ختم ہوتے ہی پھر اس عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا نام "ختّار" رکھا ہے۔

❁ لوگوں میں بعض کا ایمان دائمی اور پائیدار ہوتا ہے لیکن بعض کا ایمان موسمی اور وقتی ہوتا ہے یعنی جب مادی اسباب اور وسائل منقطع ہو جاتے ہیں تب یہ لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایمرجنسی لائٹ کی طرح جب بجلی بند ہو جاتی ہے تو فوراً اس کی طرف پلٹتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ انسان فطری طور پر توحید پرست ہے۔ لیکن مادی وسائل اس کی فطرت پر پردہ ڈال دیتے

ہیں جبکہ حوادث اور خطرات اس پردے کو ہٹا دیتے ہیں۔ اِذَا غَشِيَهُمْ ...... دَعَوُا اللّٰهَ

۲۔ مادی آسائش انسان کو غفلت میں مبتلا کر دیتی ہیں جبکہ مشکلات اور خطرات اسے بیدار کر دیتے ہیں۔ مشکلات اس میں سے غرور ختم کر کے تضرع اور خلوص کو زندہ کرتی ہیں۔ اِذَا غَشِيَهُمْ ...... دَعَوُا اللّٰهَ

۳۔ مادی وسائل سے امید کا منقطع ہونا اخلاص تک پہنچنے کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

۴۔ اولیائے الٰہی کے لیے، غفلت میں رہنا عارضی ہوتا ہے۔ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا[1] جبکہ ایک گروہ کا پر خلوص رہنا عارضی ہوتا ہے۔ اِذَا غَشِيَهُمْ ...... مُخْلِصِيْنَ

۵۔ انسان بذات خود ارادے اور اختیار کا مالک ہے۔ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ بعض مشکلات سے رہائی کے بعد راہ حق پر باقی رہتے ہیں لیکن بعض شرک اور انحرافی راستے پر واپس آ جاتے ہیں اور یہی بات انسان کی آزادی اور اختیار کو نمایاں کرتی ہے۔

۶۔ ایمان کا لازمہ اعتدال ہے۔ اس لیے فَمِنْهُمْ مُّؤْمِنٌ کے بجائے فرمایا: فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ

۷۔ عہد و پیمان کی پابندی نہ کرنا اور ناشکری انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ

ادارہ التنزیل پاکستان

اخلاص

اللہ تعالیٰ کی خاطر سو فیصد کام انجام دینا اخلاص ہے۔ یہاں تک کہ اگر غیر خدا کے لیے ایک فیصد کام یا اس سے بھی کمتر ہو تو یہ عبادت باطل یا قابل اعتراض ہوگی۔

☆ اگر نماز کی جگہ کا انتخاب غیر خدا کے لیے کریں گے۔ مثلاً ایسی جگہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں جہاں لوگ دیکھ سکیں یا کیمرے سے دیکھا جا رہا ہو۔

☆ اگر عبادت کے وقت کو غیر خدا کے لیے منتخب کریں مثلاً نماز اول وقت پڑھیں گے تاکہ لوگوں

[1] اعراف/۲۰۱

کی توجہ حاصل ہو جائے۔

☆ اگر نماز میں ایسی حالت یا شکل بنالیں جو غیر خدا کے لیے ہو۔ مثلاً ایک عبا اوڑھ لیتے ہیں، گردن ٹیڑھی کر لیتے ہیں۔ آواز تبدیل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو۔ ایسے تمام موارد میں نماز باطل ہے اور ریا کاری کے باعث ایسا کرنا گناہ بھی ہے۔

ایک اور طرح سے یوں کہا جا سکتا ہے کہ نفسانی خواہشات اور میلانات کو نظر انداز کرنا، اسلام و انسان دشمن طاقتوں کی طرف رغبت سے اور لوگوں کی خواہشات سے صرف نظر کرنا اخلاص ہے بلکہ کام کا محرک (سبب) اطاعتِ خدا اور فریضے کی انجام دہی ہو۔

سچ تو یہ ہے کہ امداد الٰہی کے بغیر اخلاص تک پہنچنا ممکن نہیں۔ قرآن مجید نے سورہ لقمان کی آیت نمبر ۳۲ میں یہ فرمایا جب موجیں انہیں بادلوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تب وہ پر خلوص طریقے سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ جیسے ہی انہیں خشکی کے ذریعے نجات ملتی ہے تو بعض حد اعتدال پر رہتے ہیں (یعنی اپنے ایمان سے وفاداری کرتے ہیں)۔

کسب اخلاص کے راستے

ا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کی طرف توجہ کرنا:

اگر یہ جان لیں کہ سب عزت، قدرت، رزق اور روزی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے تب ہم عزت وقدرت اور روزی کے حصول کی خاطر غیر خدا کی تلاش میں نہیں جائیں گے۔

اگر یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے تمام موجودات خلق ہوتے ہیں اسی کے ارادے سے ہی تمام چیزیں محو ہوتی ہیں۔

اگر یہ جان لیں کہ وہی مسبب الاسباب ہے یعنی خشک درخت سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو تازہ کھجوریں دے دیتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے دھکتی ہوئی آگ کو گلستان بنا دیتا ہے تو ہم غیر خدا کی طرف نہیں جائیں گے۔

قرآن مجید میں ایسی سینکڑوں آیات اور داستانیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی کی دعوت

دیتی ہیں تاکہ شاید لوگ غیر خدا سے ہاتھ کھینچ لیں اور اس کی طرف خلوص کے ساتھ پلٹ آئیں۔

۲۔ خلوص کی برکات پر توجہ دینا:

مخلص انسان کا ایک ہی ہدف ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ اگر کسی کا ہدف فقط رضائے الٰہی ہو تو پھر اسے ادھر اُدھر سے تشویق یا حوصلے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ کسی قسم کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی تنہائی سے خوفزدہ ہوتا ہے، وہ عقب نشینی نہیں کرتا (پیچھے نہیں ہٹتا) کبھی بھی پشیماں نہیں ہوتا، ایسا شخص لوگوں کی بے اعتنائی سے پریشان نہیں ہوتا، مایوسی کا شائبہ بھی اس کے پاس سے نہیں گزرتا، وہ راہ حق پر چلنے کے لیے اقلیت اور اکثریت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

قرآن مجید نے فرمایا: اللہ کا مخلص بندہ، دشمن خدا کو قتل کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا اور راہ خدا میں شہید ہو جاتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے کربلا کی طرف سفر کرتے ہوئے فرمایا۔ ہم کربلا جارہے ہیں خواہ ہم شہید ہو جائیں یا کامیاب ہو جائیں ہمارا مقصد اپنی شرعی ذمہ داری ادا کرنا ہے۔

۳۔ الطاف (لطف کی جمع) الٰہی پر توجہ رکھنا:

الطاف الٰہی کی یاد اخلاص کے قریب ہونے کا سبب بنتی ہے۔ یہ فراموش نہ کریں کہ ہم پہلے نہیں تھے۔ خاک اور غذائی مواد سے ایک نطفہ بنایا گیا۔ اسے رحم مادر کی تاریکی میں رکھا گیا۔ کمال کے مراحل طے ہوتے رہے پھر ایک مکمل انسانی صورت میں ہم دنیا میں آ گئے۔ اس وقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور ایک ہنر کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا اور وہ شیر مادر کو چوستا تھا۔ یہ ایسی غذا تھی جو تمام غذائی ضرورتوں کو پورا کرتی تھی چوبیس گھنٹے ہماری خدمت میں تھا۔ کیا کوئی بیدار ضمیر یہ اجازت دیتا ہے کہ اتنی نعمتیں، قدرت اور آگاہی کے بعد ہم اپنے آپ کو غیر خدا کے حوالے کر دیں؟ تو اپنے آپ کو کیوں دوسرے لوگوں کے ہاتھ گروی رکھ دیں جن کا ہماری گردن پر کوئی حق ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے ہم پر کوئی احسان کیا ہے؟

۴۔ ہر چیز کی آرزو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کریں:

اگر یہ جان لیں کہ لوگوں کے دلوں کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو پھر ہر کام اللہ تعالیٰ کی خاطر انجام دینگے۔ جہاں پر لوگوں کی حمایت کی ضرورت ہوگی تو اللہ سے یہ درخواست کریں گے کہ

میری محبت اور محبوبیت کو لوگوں کے دلوں میں زیادہ کر دے اور عوامی انکار میں تحمل عطا کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گرم بیابان میں کعبہ کے ستون بلند کیے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ لوگوں کے دلوں کو اس کی ذریت کی طرف مائل کر دے۔ اس واقعے کو ہزاروں سال گزر چکے ہیں اور ہر سال کئی ملین افراد عاشقانہ انداز میں پروانہ وار اس گھر کا طواف کرتے ہیں۔

کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کو راضی کرنے کے لیے خود کو پانی یا آگ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگ انہیں دوست نہیں رکھتے۔ ایسے بھی لوگ ملیں گے جو مادیات، نام و نمود، مال و مقام سے قطع نظر فقط خدا کے ہو جاتے ہیں اور پر خلوص طریقے سے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ نیز وہ لوگوں کے دلوں میں عظمت اور خلوص و عزت کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لیے ہمارا ہدف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو اور اللہ تعالیٰ سے لوگوں کی رضا بھی طلب کریں۔

۵۔ امور کی بقا پر توجہ رکھیں:

جو کام خدا کے لیے ہو گا وہ باقی اور پائیدار رہے گا۔ کیونکہ وہ الٰہی رنگ اختیار کر چکا ہے اور اگر کام خدا کے لیے نہ ہو تو وہ جلد یا دیر ختم ہو جائے گا۔ قرآن مجید نے فرمایا: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ[1] اور کوئی بھی عاقل فانی کو باقی پر ترجیح نہیں دیتا یا ایسا معاملہ ہرگز نہیں کرتا۔

۶۔ جزا اور انعام کا موازنہ کریں:

لوگوں کی طرف سے ملنے والی جزا (انعام یا اجر) کئی طرح سے محدود ہوتی ہے مثلاً اگر لوگ ایک پیغمبر کو جزا دینا چاہیں تو وہ اسے بہترین لباس، غذا اور گھر دیدیں گے جبکہ یہ نعمتیں محدود ہیں اور نااہل افراد بھی یہ حاصل کر سکتے ہیں۔ نااہل افراد بھی محل، باغ اور لگژری گاڑیوں میں گھومتے ہیں۔ لیکن اگر کام خدا کے لیے ہو تو پھر بے انتہا اجر اس کا منتظر ہے جس میں مادی اور معنوی اجر بھی شامل ہوتے ہیں۔

یہاں اگر ہم عقل سے فیصلہ لیں تو عقل ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ بے انتہاء اور جامع اجر کو انسان کے بخشے ہوئے محدود اجر سے بدل لیں۔

---

[1] نحل/۹۶

آیت نمبر ﴿۳۳﴾

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

اے لوگو! اپنے پروردگار (کے غضب) سے بچو اور اس دن کا خوف کرو جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے لہٰذا دنیا کی یہ زندگی تمہیں دھوکہ نہ دے اور دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ رکھے

نکات:

- ''لَا یَجْزِىْ'' کا معنی جزاء، سزاء اور اجر ہے جو کفایت اور کفالت کا معنی بھی دیتا ہے یہاں پر دوسرا معنی مراد ہے۔
- ''غَرُوْر'' صیغہ مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ فریب دینے والا۔ جس کا روشن مصداق شیطان ہے اور ہر اس چیز کو غُرُوْر کہتے ہیں جو انسان کو فریب دے۔

پیغام:

۱۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور عملی انحرافات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ

۲۔ اس روز کے لیے بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے جس دن باپ اور بیٹا ایک دوسرے کی فریاد بھی نہیں سنیں گے۔ اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ......

۳۔ قیامت کا خطرہ یقینی ہے اس لیے پیہم خبردار کرنا لازمی ہے۔ اس آیت میں دو امر آئے اور دو مرتبہ نہی کا ذکر آیا ہے۔ اِتَّقُوْا، اِخْشَوْا، لَا تَغُرَّنَّكُمْ، لَا يَغُرَّنَّكُمْ

۴۔ قیامت کا دن، بڑا عظیم دن ہے۔ کلمہ ''یَوْمًا'' نکرہ ہے اور تنوین کے ساتھ ذکر ہوا ہے جو

عظمت اور بزرگی کی علامت ہے۔ اِخۡشَوۡا یَوۡمًا

۵۔ روز قیامت ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہوگا۔ کسی اور کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ لَا یَجۡزِیۡ ۔۔۔۔ شَیۡئًا

۶۔ دنیا اور شیطان کا فریب انسان کو قیامت سے غافل کر دیتا ہے۔ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا وَ لَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ

۷۔ روز قیامت حسب و نسب کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ لَا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ وَ لَا مَوۡلُوۡدٌ جب باپ اور بیٹا ایک دوسرے کی فریاد نہیں سنیں گے تو اس سے دوسروں کو اپنے انجام کا پتا چل جانا چاہیے۔

۸۔ قیامت کا خوف اور اس کی یاد انسان کو اس دنیا کی چکا چوند کا شکار نہیں ہونے دیتی۔ اِخۡشَوۡا یَوۡمًا ۔۔۔۔ وَ لَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ

قیامت، تنہائی کا دن

اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم خدا اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو نابود نہیں کرے گا۔ اس دنیا میں ایک انجینئر گھر کو اس لیے مسمار کرتا ہے تاکہ پہلے سے بہتر بنائے۔ بنابر روایات، موت، لباس کی تبدیلی اور مکان کی تبدیلی کا نام ہے نیز یہ ابدی زندگی اور کمال کا مقدمہ ہے۔

اس کے علاوہ انسان کے لیے قیامت کے دن عدالتِ الٰہی ثابت ہوگی۔ کیونکہ ہم اچھے اور برے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ انہیں دنیا میں جزا اور سزا نہیں ملتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو جو کہ عادل ہے ،ایک الٰہی عدالت بنانی چاہیے جہاں پر سب کو جزا اور سزا مل سکے۔

اگرچہ کبھی کبھار ہم اس دنیا میں بھی جزا اور سزا ملنے کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن بہت سے اعمال کی جزا اور سزا روز قیامت ملے گی۔ کیونکہ بعض موارد میں جزا اور سزا کا اس دنیا میں کوئی امکان نہیں۔ مثلاً جو راہ خدا میں شہید ہوگیا وہ تو اس دنیا میں نہیں ہے تاکہ اجر پا سکے یا جس نے کئی انسانوں کو قتل کیا ہو وہ اس دنیا میں ایک سزا سے زیادہ کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

اس کے علاوہ مجرم کو ملنے والی سزا سے اس کے قریبی رشتہ دار بھی متاثر ہوتے ہیں جن کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایک مقام ایسا بھی ہو جہاں مجرم کو ملنے والی سزا سے دوسرے متاثر نہ ہوں۔

مُردوں کی باقیات اور ذرات کو جمع کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جس طرح دہی میں چکنائی کے ذرات کو اسے ہلانے سے جمع کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی زمین کو شدید جھٹکے دے کر مردوں کے ذرات کو ایک جگہ جمع کر سکتا ہے۔ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا[1] ہم خود ایک خلیے سے پیدا ہوتے ہیں جو ان خاکی ذرات سے حاصل کیا گیا۔ جو گندم، چاول اور سبزی وغیرہ میں تبدیل ہو کر ہمارے والدین کی غذا بن گیا۔ پھر نطفے کی شکل اختیار کر کے بالآخر ایک مکمل انسانی شکل میں ظاہر ہو گیا۔

اس آیت میں قابل توجہ وہ دلخراش سانحہ ہے کہ جہاں باپ اپنے بیٹے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ اگر قرآن مجید میں سے اس سانحے سے متعلق آیات کو یکجا کریں تو ہم انسان کی غربت، ذلت اور وحشت کا احساس کر سکتے ہیں۔

اس روز نہ مال نہ ہی اولاد انسان کی فریاد کو پہنچے گا۔ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ[2]

اس روز مخلص دوست بھی ایک دوسرے سے بے خبر ہوں گے۔ وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا[3]

اس دن شرمندگی اور معذرت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وَ لَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ[4]

اس روز کوئی نسبت واقفیت اور شخصیت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ[5]

اس روز وسائل کارآمد نہیں رہیں گے۔ تَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ[6]

بہر حال، وہ دن انسان کے لیے غربت اور تنہائی کا دن ہوگا۔

---

۱) زلزال/۱،۲

۲) شعراء/۸۸

۳) معارج/۱۰

۴) مرسلات/۳۶

۵) مومنون/۱۰۱

۶) بقرہ/۱۶۶

آیت نمبر ﴿۳۴﴾

اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَ یَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ

قیامت کا علم یقیناً اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمانے والا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی، یقیناً اللہ خوب جاننے والا، بڑا باخبر ہے

نکات:

❁ موت اور قیامت کے وقت کا علم فقط اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر انسان یہ جان لیں کہ ان کی موت دور ہے اور قیامت برپا ہونے میں اتنی جلدی نہیں، تو وہ مغرور ہو جائیں گے اور زیادہ گناہ کر بیٹھیں گے۔ اگر وہ یہ جان لیں کہ قیامت جلد برپا ہونے والی ہے تو وحشت انہیں گھیر لے گی اور وہ ہر برے کام سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔ اس لیے اگرچہ موت اور قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے لیکن ہمیں ہمیشہ آمادہ اور تیار رہنا چاہیے۔

❁ رحم مادر میں بچے کے بارے علم کا ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جدید ٹیکنالوجی سے پتا چلایا جا سکتا ہے کہ رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور لامحدود ہے۔

اس کے علاوہ علم "مَا فِی الۡاَرۡحَامِ" فقط جنس سے متعلق نہیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی بلکہ اس کی استعداد، حالت، روح اور اسی طرح کی سینکڑوں صلاحیتیں ہیں جنہیں جانا جا سکتا ہے جو انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے آلات اور مشینری سے معلوم نہیں کی جا سکتیں۔

❁ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: عرفتُ اللہ بِفَسخِ العزائم وحلّ العقود [1] میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے عزائم اور ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا۔

[1] نہج البلاغہ: حکمت ۲۵۰

❁ حضرت علی علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں: مَن قَدَمٌ إلی قَدَمٍ[1] یعنی انسان ایک قدم اٹھاتا ہے تو اپنے دوسرے قدم سے بے خبر ہوتا ہے۔

پیغام:

۱۔ انسانی علم محدود ہے۔اس لیے اس کے علم کا اللہ تعالیٰ کے بے انتہا علم سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔یَعْلَمُ...... مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ

۲۔ تدبیر، تنظیم اور منصوبہ بندی کرنا لازمی ہے لیکن اس سے بالاتر ایک قدرت اور بھی ہے نیز یہ کہ انسان کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ کل کیا ہوگا۔وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا

۳۔ کوئی بھی اپنی موت کی جگہ اور وقت سے آگاہ نہیں۔وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ یہ جو روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ فلاں ولی خدا کو اپنی موت کے وقت اور جگہ کا علم تھا۔تو یہ آگاہی اور علم اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے وگرنہ مستقل طور پر کوئی بھی اس سے باخبر نہیں۔

۴۔ اس لیے کاہنوں، فال دیکھنے والوں اور پیش گوئی کرنے والوں پر اعتماد نہ کریں۔وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا

۵۔ جو انسان اپنی موت کی خبر نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ جانتا ہے کہ کل اس کے ساتھ کیا ہوگا تو پھر وہ کس بات کا غرور کرتا ہے؟ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ......

اے میرے پروردگار! قرآن مجید کو

❁ ہمارے لیے نور ❁ ہمارے لیے قانون

❁ ہمارے لیے امید ❁ ہمارے لیے منطق

❁ ہمارے لیے باعث تعقل و تدبر ❁ ہمارے لیے موعظ

❁ ہمارے لیے شفا

❁ ہمارے لیے وجہ سکون و آرام اور نجات قرار دے۔

آمین رب العالمین

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ: ج ۱، ص ۱۳۹

قرآن فریاد کناں ھے

مجتہدین اور مدرسین کے نام آیۃ اللہ محسن قرآئتی کا ایک اہم مکتوب

ترجمہ وحواشی: ثاقب اکبر

آیت اللہ محسن قرآئتی اپنے خاص اور جدید طرز تدریس کی وجہ سے نہایت مقبول ہیں۔ ایران میں انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد انھوں نے تعلیم بالغاں کے شعبے میں اعجاز آمیز کام کر کے دکھایا۔ سرکاری اداروں میں نماز باجماعت کے قیام کی تحریک چلائی۔ قرآن حکیم کے حوالے سے ان کے دروس ایسے دل نشین پیرائے کے حامل ہوتے ہیں کہ مطالب دل میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔ انھوں نے ایران کے طول وعرض میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے بے پناہ سفر کیے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ان کی تفسیر نور شائع ہونا شروع ہوئی تو اُس نے مقبولیت وپذیرائی کے ریکارڈ توڑ دیے۔ قبل ازیں وہ تفسیر نمونہ کے محققین کی فہرست میں بھی شامل رہے ہیں۔ ان کے خیال میں دینی مدارس میں قرآن کو وہ حیثیت حاصل نہیں ہے جو اس کے شایانِ شان ہے۔ قرآن کے بارے میں ان مراکز کے عدم التفات یا کم توجہی پر ان کا دل دکھتا ہے۔ اسی غم کو انھوں نے کچھ عرصہ قبل حضرت آیت اللہ العظمی فاضل لنکرانی اور حوزہ علمیہ قم کے دیگر مدرسین کرام کے نام اپنے ایک دلسوز مکتوب میں بیان کیا ہے۔ آیت اللہ لنکرانی اعلی اللہ مقامہ، اس وقت بقید حیات تھے۔ تاہم یہ مکتوب آج بھی اپنے دردمندانہ پیرایہ اظہار اور قوی دلائل کے ساتھ قابل استفادہ ہے اور فکر ونظر کے دریچوں پر دستک دے رہا ہے۔

بخدمت مبارک آیت اللہ العظمیٰ فاضل لنکرانی و مدرسین بزرگوار (دامت برکاتہم)

سلام علیکم!

بلاتمہید

جس طرح حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کی فریاد سنی اور اسے اہمیت دی جس کی وجہ سے بلقیس کو ہدایت ملی اور ایک بڑا علاقہ ہدایت پا گیا[1]۔ مجھے امید ہے آپ میری فریاد سنیں گے اور اسے اہمیت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس کی برکتیں قیامت کے دن کے لیے سرمایہ بن جائیں گی۔

یہ تو ہم جان چکے ہیں کہ قرآن مجید مبارک ہے، نئی فکر دیتا ہے، برہان ہے، تبیان ہے، ذکر ہے، موعظہ ہے اور احسن الحدیث ہے "فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ [2]" سے ہم نے جانا کہ بہترین راستہ قرآن کا موعظہ ہے۔

"اَحْسَنَ الْقَصَصِ [3]" سے ہم نے جانا کہ قرآن مجید کی داستانیں ہی بہترین داستانیں ہیں۔ ہم یہ بھی جان چکے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تجلی نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا "جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا [4]" اسی طرح قرآن پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے۔

"لَوْ أَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ [5]"

اور یہ جو فرمایا گیا کہ احادیث کو پرکھنے کے لیے قرآن کو معیار بنائیں اور مخالفت کی صورت میں "فاضربوہ علی جدار [6]" اس سے معلوم ہوتا ہے محور قرآن ہے۔

اس حدیث سے کہ "اقرا وارقا" "آیات پڑھتے جاؤ اور درجات طے کرتے جاؤ" سے ہم نے جانا کہ قیامت کے درجات کا محور بھی قرآن ہے۔

ایک مرتبہ پیغمبر اکرمؐ نے جنگ کے دوران پرچم ایک شخص سے لے کر دوسرے کو اس لیے تھما دیا کیونکہ دوسرا شخص قرآن کو بہتر جانتا تھا۔ اس طرح جنگ احد میں ان شہداء کا جنازہ پہلے پڑھایا جو قرآن مجید زیادہ پڑھتے تھے۔ ان چیزوں سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کی سیرت طیبہ کا محور

---

1. تفسیر سورہ نمل

قرآن مجید ہے۔ یہ سال (۱۴۲۷ھ) جو کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سال [7] ہے اس کے لیے تمام ثقافتی اداروں نے کسی نہ کسی کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ ایسا نہ ہوا کہ اہم ترین ثقافتی مراکز اور علمی حوزات [8] دوسروں سے پیچھے رہ جائیں اور رسول اکرمؐ کے حوالے سے کوئی کام انجام نہ دیں۔

اس رسول عزیزؐ کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں تقریباً دو سو پچاس (۲۵۰) مرتبہ ''ربک'' کہہ کر اپنے آپ سے نسبت دی ہے جبکہ آسمانوں، زمین، انبیاء اور مشرق و مغرب کے لوگوں کو صرف چند بار اپنے ساتھ نسبت دی ہے۔ (قربک، ثیابک، نسائک، بناتک، وجھک، صدرک، ظھرک، لسانک، عنقک، یدک، غیبک)

ایسا رسولؐ کہ فقط اس کی عصمت کی بات ہی نہیں کی گئی بلکہ اس کے اعضا کی عصمت بھی بیان کی گئی ہے۔ اس کی زبان معصوم ہے! ''وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی'' [9] اس کا دل معصوم ہے: ''مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی'' [10] اور اس کی آنکھیں معصوم ہیں: ''مَا زَاغَ الْبَصَرُ'' [11] ایسا رسولؐ کہ جس کے وجود سے اور اس کے اہل بیتؑ کے وجود سے آسمان قائم ہیں۔ ''وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ'' [12] ہم نیند کے وقت میں اپنی گردن اور اپنی پلکوں پر قابو نہیں رکھ سکتے جبکہ ان کی وجہ سے یہ آسمان قائم ہیں۔

بہرحال ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اہل بیت کی برکت سے ہے اس لیے انشاء اللہ ہر گروہ سے بڑھ کر آپؐ کا حق اس دعا کے ساتھ ''واعنا علی تادیہ حقوقہ علیؑ'' ادا کریں۔

جو کام دینی مراکز اور مراجع عظام کے شایان شان ہے وہ یہ ہے کہ کم از کم پیغمبرؐ کے غموں میں سے ایک غم کا ازالہ کر دیں۔ اگرچہ آنحضرتؐ نے اہل بیتؑ کی مظلومیت اور شہادت کی خبر بھی دی ہے، لیکن روز محشر آپؐ کی شکایت قرآن کو فراموش کیے جانے کے بارے میں ہوگی:

''یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا'' [13]

یہ شکایت یقینی ہے کیونکہ ماضی کے صیغے میں اس کا ذکر آیا ہے جو اس کے یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے کی علامت ہے۔ (وقال الرسول) اس شکایت کے لیے ''اتخاذ'' کا لفظ آیا ہے۔

یعنی انھوں نے جان بوجھ کر قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ نہیں فرمایا کہ ''کان القرآن عندھم مھجورا''۔ میں نے مراجع عظام میں سے ایک سے یہ بات عرض کی تھی تو انھوں نے فرمایا: میں بھی بہت حد تک قرآن کے ترک کیے جانے کو قبول کرتا ہوں۔

علمائے کرام!

آپ جانتے ہیں کہ نبیؐ کو راضی کرنا اور قرآن کو فراموشی سے نکالنا دونوں الٰہی کام ہیں۔ قبلہ تبدیل ہوا تا کہ پیغمبر اکرمؐ کو راضی کیا جائے: '' فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا [14]'' شفاعت کا مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کے لیے ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى [15]

تفسیر نور الثقلین میں ایک آیت کی تفسیر میں امام رضا علیہ السلام کے قول کے مطابق نماز اس لیے واجب کی گئی تا کہ قرآن کو ترک و فراموشی سے نکالا جائے جبکہ حدیث ثقلین [16] کا تکرار قرآن واہل بیت کے محور ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

اے کاش حوزہ کے تعلیمی نظام کا محور پہلے دن سے قرآن ہوتا اور ''ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا'' کے بجائے ہمیں 'ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا [17]' یاد کروایا جاتا۔ اے کاش درس اخلاق کا محور قرآن کی اخلاقی آیات ہوتیں اور اے کاش ماہوار وظیفوں کا ایک حصہ قرآن کی بنیاد پر ہوتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ درس تفسیر کا نام اضافی [اور غیر اصلی دروس] کی فہرست سے نکل آیا ہے۔

اے کاش! خطبا قرآن کو محور قرار دے کر بات کرتے اور اے کاش ہم قرآن کو اپنی فکر، عمل اور سیرت کے لیے نور قرار دیتے۔

علمائے کرام:

قرآن میں حوزوی [دینی تعلیم] کے دو شعبوں کو ترک کرنے کا ذکر ایک طرح کی سرزنش کے ساتھ کیا گیا ہے: ایک تفقہ اور دوسرا تدبّر۔ البتہ تفقہ کی آیت میں ایک سرزنش (فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا [18]) ہے جبکہ تدبّر کی آیت میں دو سرزنشیں ہیں۔ ایک ''اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ [19]'' اور دوسری '' اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا [20]''۔ اے کاش ''آیات الاحکام [21]'' کے علاوہ دیگر آیات میں بھی تفقہ رہی [اور رائج] ہو جاتا۔ نہیں معلوم کہ وہ تدبّر

کہ جس کا ذکر دو سرزنشوں کے ساتھ آیا ہے اسے حوزہ میں سنجیدگی سے کیوں نہیں لیا گیا۔

اگر قیامت میں سوال ہوا کہ حوزہ [اور دینی مرکز] کے مدرسین جو بیشتر علمی مقدمات کے حامل تھے انھوں نے تدبر کا حصہ ادا کیوں نہیں کیا تو اُن کے پاس کیا جواب ہے؟

قم کے بڑے مراجع میں سے ایک نے فرمایا: اگر قیامت کے روز مجھ سے سوال کیا گیا کہ تم نے زیادہ وقت کفایہ میں غور و فکر پر صرف کیا ہے یا آیات قرآن میں، تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

اگر سوال ہوا کہ ماہوار وظائف، ترغیبات، شروح، حواشی اور عناوین کا محور قرآن تھا یا نہیں تو کیا جواب ہے؟

کیا ملا صدرا، فیض کاشانی، امام خمینی اور دیگر کا اقرار ہمارے لیے کافی نہیں؟

ملا صدرا سورہ واقعہ کی تفسیر کے مقدمے میں تقریباً ایک صفحے پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں کہ عمر بیت گئی اور مجھے آخر میں سمجھ آئی کہ میں قرآن کی جستجو میں نہ نکلا، میں نور کے بجائے سائے میں کھڑا رہا اور یہ خیال کرتا رہا کہ میں بھی کچھ ہوں۔

فیض کاشانی دسیوں کتابوں اور کئی شعبوں میں حصول علم کے بعد اپنے رسالہ ''انصاف'' میں کہتے ہیں:

عمر بیت گئی، میں نے کئی شعبوں میں مہارت حاصل کر لی اور کتابیں لکھیں لیکن کسی علم میں بھی مجھے اپنے درد کی دوا اور اپنی تشنگی کے لیے پانی نہ ملا۔ مجھے اپنے بارے میں خوف آنے لگا۔ میں نے توبہ کی اور قرآن میں تدبر کی راہ لی۔

امام خمینیؒ صحیفہ نور کی بیسویں جلد کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں:

میں سنجیدگی سے کہتا ہوں، کسی تکلف سے نہیں کہ میں غم کھاتا ہوں کہ میں نے اپنی تمام عمر قرآن پر کیوں نہ صرف کر دی۔

پھر دینی طلبا اور یونیورسٹی کے طلبہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

اے فرزندان اسلام: تم اٹھ کھڑے ہو اور قرآن کو ترک و فراموشی سے نجات دلاؤ۔ اُسے اپنا

مقصد اعلیٰ قرار دو کہ کہیں میری طرح آخر عمر میں پشیمان ہو۔

قرآن نور ہے اور ایک عالم دین جو خود کم نوریاب ہو نور کیسے ہو سکتا ہے (لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ)۔[۲۲]

منبروں پر ہمارے واعظ شاید اسی لیے تاریخ، شعر اور خواب سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں کہ قرآن و اہل بیت کا دامن ان کے ہاتھ میں نہیں۔

ہمارے فقہا درس تفسیر کہنے کے لیے کیوں تیار نہیں ہیں۔ آیت اللہ العظمیٰ خوئی جیسے مرجع[۲۳] ''البیان'' جیسی تفسیر شریف لکھتے ہیں تو ان پر دباؤ ڈالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تفسیر آپ کے مرتبے کو کم کرنے کا باعث ہے۔

البتہ حوزہ کے دروس کو کم اہمیت نہیں سمجھنا چاہیے لیکن یہ بات جاننی چاہیے کہ دروس عالیہ سے استفادہ کرنے والوں میں سے دس فیصد درجہ اجتہاد تک پہنچتے ہیں لیکن دروس تفسیر سے استفادہ کرنے والے نوے فیصد ہوتے ہیں۔ آیت اللہ العظمیٰ مکارم فارغ اوقات (بدھ اور جمعرات کو نماز مغرب کے بعد اور گرمیوں) سے استفادہ کرتے اور ہمیں اپنے گرد اکٹھا کر لیتے تھے اور تفسیر نمونہ لکھتے تھے۔ میں کہ جو ایک معمولی طالب علم ہوں، میں نے تفسیر نور اپنے تقریباً تین سو سفروں کے دوران میں مختلف اوقات میں لکھی ہے۔ ہمیں یہ بات جاننی چاہیے کہ جو کوئی بھی قرآن میں تدبر کرے گا نئے نکات اُس کے ہاتھ آئیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ صاحب مجمع البیان، صاحب المیزان اور فخر رازی نے تمام تر نکات بیان کر دیے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ سب کو غور و فکر کا حکم نہ دیتا۔ تاہم جو کوئی بھی زیادہ عالم ہوگا آیات الٰہی سے بیشتر لطیف نکات اخذ کرے گا، بالکل ایسے ہی جیسے غوطہ خور سمندر سے لؤلؤ و مرجان نکال کر لاتے ہیں۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کو اگر کوئی غواص کے درجے پر نہ پہنچا ہو اس سمندر سے جس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں ''لا یدرک قعرہ'' کوئی استفادہ نہ کرے۔ لاکھوں افراد ہیں جو سمندر کی مچھلیوں سے استفادہ کرتے ہیں لیکن غوطہ خور نہیں ہوتے۔ ہمیں طلبہ سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ پہلے ملا بنیں پھر قرآن کی طرف جائیں جیسا کہ یہ کہنا درست نہیں کہ پہلے غوطہ خور بنیں پھر سمندر کی طرف جائیں۔

یہ امر باعث تاسف ہے کہ آج اگر کسی بزرگ سے کہا جاتا ہے کہ ریڈیو پر تفسیر یا نہج البلاغہ کا درس دیں تو وہ کہتے ہیں کہ میرے شایان شان یہ ہے کہ میں درس خارج کہوں نہ کہ درس تفسیر و نہج البلاغہ۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ) [۲۴]

بجائے اس کے کہ ہم کتاب عزیز اور خدائے عزیز سے عزت کے طلب گار ہوں، ہم دوسروں سے عزت کے خواہاں ہوتے ہیں (اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا) [۲۵]

حضرت آیت اللہ العظمی فاضل و علمائے حوزہ!

میری بات کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حوزہ کے درس کم یا حذف کر دیے جائیں کیونکہ جس کسی نے بھی کوئی قابل ذکر کام کیا ہے وہ کسی نہ کسی طور حوزہ کا طالب علم ہے اور اُس نے حوزہ سے استفادہ کیا ہے، میرا مطلب تو یہ ہے کہ کیا ہم نے وحی کا حق ادا کیا ہے یا نہیں؟ کیا ایسا نہیں کہ یقینی سطح پر عمل درآمد سے ہی یقینی طور پر ذمہ داری ادا ہوتی ہے؟ کیا قرآن کے حوالے سے مشغول عمل ہونا ہمارے ذمہ نہیں ہے؟ کیا ایسی بحثوں سے ہماری ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے؟

آپ کو خدا کی قسم بتائیں کہ کیا ہم نے ''خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ [۲۶]'' پر عمل کیا ہے؟

آپ کو خدا کی قسم بتائیں کہ فقیہ پروان چڑھانے کے لیے جتنی کوشش کی جاتی ہے مفسر پروان چڑھانے کے لیے اُس سے دس فیصد کوشش بھی ہوتی ہے؟

آپ کو خدا کی قسم بتائیں کہ اس نصف صدی میں شرح کفایہ زیادہ لکھی گئی ہے یا تفسیر قرآن؟

آپ کو خدا کی قسم بتائیں کہ کیا قرآن کو شایان شان مقام دیا گیا ہے اور کیا ہمارے طلبہ قرآن کو علم سمجھتے ہیں یا دیگر کتابوں کو؟

کیا ہم حدیث میں نہیں پڑھتے: **من اراد العلم فلیثور القرآن؟**

اے علمائے عزیز! میں آپ کا شاگرد ہوں۔

آخر کیوں آپ کے شاگرد کی تفسیر کی دسیوں ملین جلدیں چھپتی ہیں جبکہ دوسروں کی کتابیں چند ہزار؟

آخر کیوں آپ کا یہ شاگرد تہران سے قم آئے اور موسم گرما میں جبکہ طلاب کے دروس نہیں ہوتے، تفسیر کے مقابلے منعقد کرے اور یوں تعطیلات اور مردہ اوقات سے قرآن کے لیے استفادہ

کرے؟ آیا قرآن کا یہ حق ہے؟

اے اساتذہ!

یقیناً ہم سب اس دنیا سے جانے والے ہیں: ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ''[۲۷] کیا ہمیں کسی شفیع کی ضرورت ہے یا نہیں؟ کسی شافع اور مشفع کی؟ آئیں تمام سطحوں پر ایک قرآن کی تحریک پیدا کردیں تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ اہل سنت کے طلبہ قرآن سے زیادہ مانوس ہیں۔ اگر ہم نبیؐ اور آپؐ کے اہل بیت کی گرد پا تک نہیں پہنچ سکتے ''ولا یطمع فی ادراکہ طامع '' تو حضرت فضہ جیسی ایک کنیز خاتون تک جا پہنچیں کہ جنھوں نے بیس سال قرآن کے ذریعے بات کی[۲۸]۔

اے علمائے بزرگ!

ایک عرصہ قبل میں نجف گیا، وہاں میں نے ایسے افراد کو تلاش کرنا چاہا جنھیں قرآن سے سروکار ہوں۔ آخری دنوں میں ایک بوڑھے کو میرے پاس لائے جس کی عمر کوئی ستر برس تھی۔ وہ نجف میں تفسیر کا درس دیتا تھا۔ اس نے علماء کا لباس نہ پہن رکھا تھا۔ میں نے سوچا شاید یہ لباسِ علماء کے بغیر عالم ہے البتہ بعد میں میں نے جانا کہ اس نے حوزوی تعلیم حاصل نہیں کی اور وہ دالوں کا تاجر ہے لیکن شہر نجف میں چونکہ تفسیر کا درس نہیں ہوتا تھا اس نے تفسیر قرآن کی طرف رخ کرلیا۔ کیا آج اگر حضرت علی علیہ السلام ہوتے تو وہ کنویں میں سر نہ لے جاتے اور نالہ وزاری نہ کرتے؟

تاہم تفسیر میں تخصص (Specialization) کے شعبے کا آغاز ہو چکا ہے لیکن تاریخ قرآن، ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، تحدی وکتابت، تفسیر کی مختلف اقسام سے آشنائی، مفسرین اور اُن کا طرز تفسیر جیسے موضوعات قرآن میں تدبر سے مختلف چیز ہیں۔ یہ لوگ نہانے کے بجائے کنویں کے گرد چکر لگاتے ہیں۔

اگر کوئی غفلت ہوگئی ہے تو سال پیغمبر اکرمؐ میں ہمیں آنحضرتؐ سے معذرت کرنا چاہیے اور ہر کوئی مقدور بھر، جس سطح پر بھی ہے اسے قرآن کو مجوریت وفراموشی سے باہر نکالنا چاہیے۔

میں آپ کا شاگرد ہوں۔ نہ میرا علم آپ کی سطح پر ہے نہ ایمان، بلکہ میرا گمان ہے کہ میں کاغذ کے اُن ٹکڑوں کی مانند ہوں جنھیں آگ لگ جائے تو وہ ڈھیروں جنگلات کو جلاڈالیں۔ میری فریاد

اگر سچی اور مخلصانہ ہوئی، اللہ کے حضور مقبول ہوئی اور اس کی امداد کا ذریعہ بن گئی تو کارساز ہو جائے گی، ایسے ہی جیسے ''اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ [۲۹]'' نے غار میں ''اشرف المخلوق'' کی حفاظت کی اور سیاہ کوا معلّم بشر بن گیا (فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا [۳۰])۔ مجھے اپنے چھوٹے اور کم علم ہونے کی فکر نہیں میری نظر اللہ کی امداد پر لگی ہے۔

علمائے کرام:

علمی مراکز کی ذمہ داری عالم ربانی کو پروان چڑھانا ہے اور قرآن لفظ ''ربانی'' کے حوالے سے فرماتا ہے:

كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ [۳۱]

قم کی عدلیہ کے تخصص (Specialization) کے شعبے نے مجھے دعوت دی۔ یہاں تقریباً ایک سو فاضل طلبہ کو قضاوت کے شعبے کے لیے تربیت دی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں طلبہ کا ایک گروہ سائنسی امور کے مرکز تخصص میں بھی ہے۔ باعث تاسف ہے کہ ہمیں معلوم ہوا کہ قرآن کی ایک قانونی آیت بھی ان کے دروس میں شامل نہیں ہے۔ مجھے وہاں یہ شعر یاد آ گیا۔

هر چه بگندد نمکش می زنند وای به روزی که بگندد نمک

(جب کوئی چیز خراب ہوتی ہے تو اس پر نمک لگاتے ہیں ہائے وہ دن کہ جب نمک ہی خراب ہو جائے۔)

علمائے عزیز! ہماری محرومی کی وجہ قرآن کی طرف کم اعتنائی ہے۔ اس کی دلیل قرآن کا یہ فرمان ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ۔ [۳۲]

لہٰذا اگر اقامتِ قرآن ہو جائے تو بطریق اولیٰ ''لاکلوا'' صورت پذیر ہوگا۔ بہر حال قرآن ذکر ہے: نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ [۳۳] جبکہ جاہل افراد کو اہل ذکر کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے: فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ [۳۴] کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ذکر سے منہ موڑ کر پس ماندگی کا شکار ہو جائیں: وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا [۳۵]۔

آخر میں (گزارش ہے کہ) اس نالہ وفریاد پر مجھے معاف کر دیجیے گا۔ اپنی بہت سی تقصیروں اور خطاؤں پر معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالی سے میری آرزو ہے کہ ان کی تلافی کی توفیق مرحمت فرمائے تا کہ موت کے بعد ہم سے یہ نہ کہا جائے کہ تم تو کچھ بھی نہیں ہو:

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ [۳۶]

خدانخواستہ خدا کی طرف سے کہا جائے کہ تم کچھ بھی نہیں اور رسول اکرمؐ یہ فریاد کر رہے ہوں:

یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور ہم خالی ہاتھ عالم بقا میں داخل ہوں اور شفاعت کرنے والا قرآن خود شکایت کرنے والا ہو۔

والسلام

محسن قرائتی

بہار ۱۳۸۵ھ ش

حواشی

۱) قرآن مجید کی سورہ نحل میں اس واقعے کی تفصیلات موجود ہیں۔

۲) (ق۔ ۵۰:۴۵) ترجمہ: پس قرآن کے ذریعے سے متوجہ کرو۔

۳) (یوسف۔ ۱۲:۳)

۴) (الاعراف۔ ۷:۱۴۳) ترجمہ: پہاڑ کو اس نے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ اس کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔

۵) (الحشر۔ ۵۹:۲۱) ترجمہ: اگر اس قرآن کو ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو تُو دیکھتا اسے خوف زدہ اور ریزہ ریزہ۔

۶) انھیں دیوار پر دے مارو۔

۷) ایران میں ۱۴۲۷ھ کو روحانی قائد آیت اللہ خامنہ ای نے "سال پیغمبر اعظمؐ" قرار دیا تھا۔

۸) ایران میں دینی مدرسے کو "حوزۂ علمیہ" کہا جاتا ہے۔ ترجمے میں کہا ہے ہم نے دینی مدرسہ، کہا ہے دینی مرکز کے طور پر اس کا ترجمہ کیا ہے اور کہا ہے اسی طرح باقی رکھا ہے۔

۹) (النجم۔ ۵۳:۳) ترجمہ: وہ اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا۔

۱۰) (النجم۔ ۵۳:۱۱) ترجمہ: جو کچھ اس نے دیکھا اس کے بارے میں اس کے دل نے جھوٹ نہیں کہا۔

۱۱) (النجم۔ ۵۳:۱۷) ترجمہ: اور نہ اُس کی آنکھ بھٹکی۔

۱۲) (الحج۔ ۲۲:۶۵) ترجمہ: اور وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے۔

۱۳) (الفرقان۔ ۲۵:۳۰) ترجمہ: اے میرے پروردگار یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو ترک دیا۔

۱۴) (البقرہ۔ ۲:۱۴۴) ترجمہ: پس میں تیرا رُخ اس قبلہ کی طرف پھیر دوں گا کہ جس سے تو راضی ہے۔

۱۵) (ضحیٰ۔ ۹۳:۵) ترجمہ: اور جلد تیرا رب تجھے وہ کچھ عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

۱۶) ان تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی اھل بیتی۔۔۔۔

میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا تا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں۔۔۔۔۔۔

بعض محققین نے متعدد ذرائع سے اس حدیث کی تخریج کی ہے ان کا دعویٰ ہے کہ یہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متواتر احادیث میں سے ہے۔

۱۷) (ابراھیم۔ ۱۴:۲۴) ترجمہ: اللہ مثال بیان کرتا ہے۔

(یہ جملہ قرآن حکیم کی متعدد آیات میں تکرار ہوا ہے۔)

۱۸) (توبہ۔ ۹:۱۲۲) ترجمہ: ایسا کیوں نہ ہو کہ مومنین کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ جائے تا کہ وہ دین کا فہم حاصل کرے۔

۱۹) (محمد۔ ۴۷:۲۴) ترجمہ: کیا وہ قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے؟

۲۰) (محمد۔ ۴۷:۲۴) ترجمہ: کیا اُن کے دلوں پر اُن کے قفل پڑے ہیں؟

۲۱) ''آیات الاحکام'' اُن آیات کو کہتے ہیں جن سے فقہی حکم کا استنباط کیا جا تا ہے۔ عام رائے یہ ہے کہ ایسی آیات قرآن حکیم میں 500 کے لگ بھگ ہے۔

۲۲) (ابراھیم۔ ۱۴:۱) ترجمہ: تا کہ تم انسانوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاؤ۔

۲۳) ''مرجع'' کا لفظی معنی تو ہے ''جس کی طرف رجوع کیا جائے'' تاہم ایسے فقہاء لوگ جن کی تقلید کرتے ہیں اور فقہی احکام کے لیے جن کی طرف رجوع کیا جا تا ہے اصطلاحی طور پر انھیں ''مرجع'' کہا جا تا ہے۔

۲۴) (البقرہ۔ ۲:۱۵۶) ترجمہ: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔

۲۵) (النساء۔ ۴:۱۳۹) ترجمہ: کیا وہ اُن کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں یقیناً عزت تمام کی تمام اللہ کے لیے ہے۔

۲۶) (مریم۔ ۱۹:۱۲) ترجمہ: کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو۔

۲۷) (الزمر۔ ۳۹:۳۰) ترجمہ: یقیناً تو مردہ ہے اور بے شک وہ بھی مردہ ہیں۔

۲۸) (حضرت فضہؑ جناب فاطمۃ الزہرا علیہا اسلام کی کنیز تھیں۔ وہ واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعے کے بعد انھوں نے قرآن کے علاوہ کلام کرنا ترک کر دیا۔ وہ ہر سوال کے جواب کے لیے قرآن شریف کی کوئی نہ کوئی آیت پڑھتی تھیں۔

۲۹) (العنکبوت:۲۹:۴۱) ترجمہ: اس کے معنی ہیں: "سب سے کمزور گھر"۔ قرآن شریف نے مکڑی کے گھر کو سب سے کمزور قرار دیا ہے لیکن اس مکڑی نے غارِ ثور کے دھانے پر اس وقت جالا بن دیا جب پیغمبر اسلامؐ ہجرت کے موقع پر اس میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ دشمن تلاش کرتے کرتے اس دھانے پر پہنچے تو ان کی نظر مکڑی کے اس جالے پر پڑی تو انھوں نے سوچا کہ کوئی اس غار میں گیا ہوتا تو یقیناً مکڑی کا جالا گر جاتا لہٰذا وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

۳۰) (آل عمران:۳:۷۹) ترجمہ: تم علمائے ربانی بن جاؤ کہ تم کتاب کی تعلیم و تدریس کرتے ہو۔

۳۱) (المائدہ۔۵:۳۱) ترجمہ: اس کا معنی ہے کہ "پس اللہ نے کوے کو بھیج دیا" یہ اشارہ ہے اس واقعے کی طرف جس میں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو پھر وہ ان کی لاش اٹھائے پھرتا تھا اور اسے سمجھ نہ آتی تھی کہ وہ اس لاش کا کیا کرے۔ اللہ نے کوے کو بھیجا جس نے اس کے سامنے زمین کریدی تاکہ اس کی راہنمائی کی جا سکے کہ زمین کھود کر اس میں اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دے۔

۳۲) (المائدہ۔۵:۶۸) ترجمہ: اگر وہ تورات، انجیل اور جو کچھ ان کی طرف نازل ہوا اسے قائم کرتے تو اپنے اوپر سے اور اپنے قدموں تلے سے (رزق الٰہی پاتے اور اسے) کھاتے۔

۳۳) (الحجر۔۱۵:۹) ترجمہ: ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے۔

۳۴) (النحل۔۱۶:۴۳) ترجمہ: پس اہل ذکر سے پوچھو۔

۳۵) (طٰہٰ۔۲۰:۱۲۴) ترجمہ: اور جو شخص ہمارے ذکر سے منہ موڑے گا اس کی معیشت تنگی میں مبتلا ہو جائے گی۔

۳۶) (المائدہ۔۵:۶۸) ترجمہ: کہہ دیں: اے اہل کتاب تم کسی چیز پر نہیں ہو جب تک تم تورات، انجیل اور جو کچھ تمھاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی پاسداری نہ کرو۔

ادارہ التنزیل پاکستان

قرآنی معاشرے کی تشکیل کے لئے کوشاں
التنزیل پبلیکیشنز

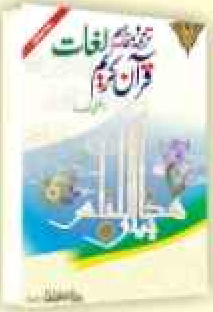

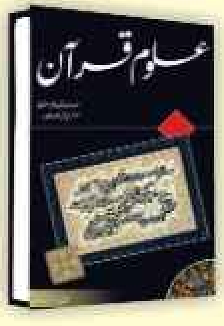

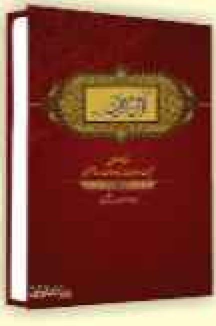

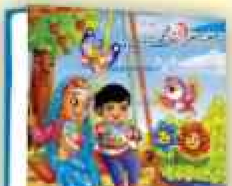

+923224148057,+924235969264

www.altanzil(.net)(.org) idaratanzeel altanzilpak